بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیثیت و مقام انسانی

اور

خلافت کی کہانی

﴿ تالیف ﴾

سید محمد حسین زیدی برستی

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت حقائق الاسلام

نزد ڈاکخانہ لاہوری گیٹ چنیوٹ

نام کتاب	حیثیت و مقام انسانی اور خلافت کی کہانی
تالیف	سید محمد حسین زیدی برسی
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ادارہ نشر و اشاعت حقائق الاسلام چنیوٹ
کمپوزنگ	سید علی عمران کاظمی
مطبع	معراج دین پرنٹنگ پریس لاہور
اشاعت	2006

فہرست

فہرست

پیش لفظ

ہماری یہ کتاب یعنی حیثیت و مقامِ انسانی اور خلافت کی کہانی دراصل تتمہ ہے پہلی کتاب ''خلافت قرآن کی نظر میں'' کا پہلی کتاب میں رد و ابطال کیا گیا تھا ان نظریات کا جن میں خلیفہ کو بادشاہ یا حاکم و فرمانروا کے معنی میں مراد لیا جاتا ہے اور قوم نوح، قوم عاد کے بعد قوم ثمود کے بعد جو قومیں زمین پر آباد ہوئیں اور پہلی قوموں کی زمین میں وارث بنیں ہیں ان سے متعلق آیات کو زبردستی چپکا کر استدلال کیا جاتا ہے اس کتاب میں ان نظریات کا رد و ابطال ہے جن میں ہر انسان کو خدا کا خلیفہ قرار دیا جاتا ہے اور صوفیانہ خیالی بافیاور قیاسی گھوڑے دوڑا کر ہر انسان کو خدائی صفات کا حامل قرار دیا جاتا ہے اور حضرت آدمؑ کی خلقت سے غلط طور پر استدلال کر کے ان کو بھی خدا کا خلیفہ بنایا جاتا ہے ہمارا استدلال اس کتاب کے متن میں ملاحظہ کریں۔

احقر

سید محمد حسین زیدی برتی

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء و المرسلین و آلہ الطیبین الطاہرین المعصومین اما بعد فقد قال الحکیم فی کتابہ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم :و ھو الذی خلق السموات و الارض فی ستۃ ایام و کان عرشہ علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عملاً" (ھود.7)

ترجمہ: اور وہ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں (مرحلوں) میں خلق کیا اور (آسمانوں اور زمین کی خلقت سے پہلے) اس کا عرش پانی پر تھا (اور آسمانوں اور زمین کے خلق کرنے کی غرض وغایت یہ تھی) تا کہ وہ تمھیں آزمائے کہ تم میں سے از روئے عمل کون بہتر ہے

قرآن کریم سے بڑھ کر اور کوئی سچا ماخذ نہیں ہے

قران کریم کی یہ آیت تخلیق کائنات کا حال بیان کر رہی ہے اور قرآن کریم سے بڑھ کر اصل حقیقت کو بیان کرنے والی اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ لہذا ہم نے تخلیق کائنات کے بیان کے لیے قرآن کریم کو ہی مقدم رکھا ہے۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اپنے ایک خطبہ میں قرآن کریم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''یاد رکھو یہ قرآن ایسا نصیحت کرنے والا ہے جو فریب نہیں دیتا اور ایسا ہدایت کرنے والا ہے جو گمراہ نہیں کرتا، اور ایسا بیان کرنے والا ہے جو جھوٹ نہیں بولتا، جو بھی اس قرآن کا ہم نشین ہوا، وہ ہدایت کو بڑھا کر اور گمراہی وضلالت کو گھٹا کر اس سے الگ ہوا وجان لو کہ کسی کو قران (کے تعلیمات) کے بعد کسی اور لائحہ عمل کی احتیاج نہیں رہتی اور نہ کوئی

قرآن سے (کچھ سیکھنے سے) پہلے اس سے بے نیاز ہو سکتا ہے اس سے اپنی بیماریوں کی شفا چاہو، اور اپنی مصیبتوں پر اسی سے مدد مانگو، اس میں کفر ونفاق اور ہلاکت وگمراہی جیسی بڑی بڑی مرضوں کی شفا پائی جاتی ہے۔ اس کے وسیلہ سے اللہ سے مدد مانگو اور اس کی دوستی کو لیے ہوئے اس کا رخ کرو، اور اسے لوگوں اسے مانگنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ یقیناً بندوں کے لیے اللہ ہی کی طرف متوجہ ہونے کا اس جیسا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے" الخ

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر 174)

قرآنی آیات کا بے محل استعمال

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''میرے بعد ایک ایسا دور آنے والا ہے جس میں حق بہت پوشیدہ ہوگا، اور باطل بہت نمایاں ہوگا، اور اللہ اور رسولؐ پر افتراء پردازی کا زور ہوگا۔ اس زمانے والوں کے نزدیک قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہ ہوگی جبکہ اسے اس طرح پیش کیا جائے جیسے پیش کرنے کا حق ہے، اور اس قرآن سے زیادہ کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہ ہوگی جبکہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے''

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر 145)

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی یہ پیش گوئی آپ کے فوراً بعد ہی شروع ہوگئی اور اس کا ایسا رواج ہوا کہ ہر گروہ اور ہر فرقے کا یہ دستور العمل بن گیا۔ اور چلتے چلتے آج نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہمارے منبروں پر قرآنی آیات کا کثرت سے بے محل استعمال ہو رہا ہے۔ اور یہ وہ مصیبت ہے جس میں اس زمانہ کی نسل گرفتار ہے۔ آیتوں کے بے محل استعمال پر داد دی جاتی ہے۔ قرآن کریم کی آیات کو زبردستی اپنے غلط نظریہ پر

چپکا کر بیان کیا جاتا ہے تو واہ واہ کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں۔ اور قرآن کی پیروی کی بجائے قرآن کو اپنا تابع بنایا جاتا ہے۔

احادیث کی اہمیت اور جھوٹی احادیث کی پہچان

قران کریم کے بعد ہدایت کا سب سے بڑا سرچشمہ وہ احادیث پیغمبرؐ ہیں جو بے کم و کاست صحیح طور پر ہم تک پہنچی ہیں۔ کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے جو کچھ بھی فرمایا ہے وہ دراصل قران کی تفسیر ہے۔ لہذا ہر وہ حدیث جو صحیح طور پر ہم تک پہنچی ہے۔ وہ قرآن کریم کے عین مطابق ہوتی ہے۔ اور قران کریم کی آیات کے مخالف یا متضاد و متناقض نہیں۔ لیکن یہ بات امت مسلمہ کے لیے ایک نہایت ہی بدبختی کی بات ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ کی بہت سی احادیث صحیح طور پر ہم تک نہیں پہنچیں، بلکہ بہت سی روایات ایسی ہیں جو فی الحقیقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمائی ہی نہیں، بلکہ لوگوں نے اپنی اغراض کے لیے خود سے گھڑ کر اور غلط طور پر جھوٹ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ کی طرف منسوب کر دی ہیں اسی لیے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں اس طرح سے ارشاد فرمایا ہے۔

"لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل سچ اور جھوٹ ناسخ و منسوخ عام اور خاص واضح اور مبہم، صحیح اور غلط سب ہی کچھ ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے دور میں آپ پر بہتان لگائے، یہاں تک کہ آپ کو کھڑے ہو کر خطبہ کہنا پڑا کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر بہتان باندھے گا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا"

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر 208)

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنی طرف منسوب احادیث کے صحیح اور غلط،

اصلی اور گھڑی ہوئی سچی اور جھوٹی ہونے کا جو معیار اور شناخت بیان فرمائی ہے اور وہ اصول کافی میں اس طرح سے بیان کی گئی ہے کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے خطبہ میں فرمایا کہ جو حدیث میری (طرف منسوب) تمہارے سامنے آئے اگر وہ کتاب خدا کے موافق ہے تو وہ میری ہے اور میں نے بیان کی ہے اور جو حدیث مخالف کتاب خدا ہو وہ میری نہیں ہے اور میں نے نہیں کہی۔

(اصول کافی باب اخذ بالسنۃ وشواہد الکتاب)

لوگوں نے نہ صرف پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرف نسبت دے کر غلط اور وضعی احادیث بیان کی ہیں بلکہ بعد میں پیدا ہونے والے ہر فرقے نے اپنے عقیدے کے مطابق احادیث گھڑ کر اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی طرف نسبت دے کر بھی بیان کی ہیں۔ چنانچہ اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے آئمہ علیہم السلام کی طرف منسوب احادیث کے سچے اور جھوٹ ہونے کا معیار بھی وہی بیان کیا ہے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے بیان فرمایا تھا، ہم یہاں پر امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول دو احادیث نقل کرتے ہیں

نمبر 1۔ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہر شے کو کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف پھیر دو اور وہ حدیث جو کتاب اللہ کے موافق نہ ہو وہ دروغ ہے اور جھوٹ ہے"

(اصول کافی باب اخذ بالسنۃ وشواہد الکتاب)

نمبر 2۔ صادق آل محمد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ جو حدیث قرآن کے مطابق نہ ہو وہ جھوٹی ہے"

(اصول کافی باب اخذ بالسنۃ وشواہد الکتاب)

اصول کافی کے اس باب اخذ بالسنۃ وشواہد الکتاب میں جتنی بھی احادیث آئمہ

علیہم سے روایت ہوئی ہیں وہ سب کی سب یہ کہتی ہیں کہ جو حدیث قرآن کے خلاف ہو وہ انھوں نے نہیں کہی، بلکہ وہ ان کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے۔ وہ جھوٹی ہے اور وضعی ہے اسے دیوار پر دے مارو اور اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ اطہار علیہم السلام قرآن کریم کے خلاف کوئی بات کہہ ہی نہیں سکتے لہذا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ اور آئمہ اطہار علیہم السلام یہ بات نہ بھی بیان کرتے تو بھی اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ اطہار علیہم السلام کوئی ایسی بات کہہ ہی نہیں سکتے جو قرآن کے خلاف ہو البتہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے خود یہ بیان کرنے کے بعد اس بات کو تقویت حاصل ہوگئی ہے کہ جو بھی حدیث قرآن کے خلاف بیان کرتی ہوئی نظر آئے اسے رد کرنے میں کچھ تردد نہ ہو۔ وہ دیوار پر دے مارنے کے قابل ہے

اس تمہید کے بعد اب ہم پھر سورہ ھود کی آیت نمبر 7 جو اس کتاب کے عنوان میں درج ہے کی طرف پھر رجوع کرتے ہیں۔

تخلیق کائنات کا بیان

سورہ ھود کی یہ آیت نمبر 7 تخلیق کائنات کا واضح طور پر حال بیان کر رہی ہے اور اس کا پہلا لفظ "ھو" ضمیر منفصل کے طور پر آیا ہے جو حصر پر دلالت کرتا ہے یعنی بس وہی ہے اور کوئی نہیں جس نے ساتوں آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں خلق کیا ہے۔

اور ایک دوسری آیت میں ان چھ دنوں کو مزید تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اس نے دو دنوں میں زمین کو خلق کیا اور پھر دو دنوں میں زمین میں سامان معیشت کو پیدا کیا اور پھر دو دنوں میں آسمانوں کو خلق فرمایا۔

اور امیر المومنین ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ آسمانوں کو خلق کرنے کے بعد خداوند تعالی نے فرشتوں کو خلق فرمایا اور آسمانوں کے اطباق کو ان فرشتوں سے بھر دیا۔ پس آسمانوں اور زمین کے خلق کرنے سے پہلے کوئی اور مخلوق تھی ہی نہیں نہ فرشتے تھے اور نہ کوئی اور مخلوق تھی۔ اور یہی بات آیت میں ضمیر منفصل "ھو" کے ذریعہ بیان ہوئی ہے یعنی آسمانوں اور زمین کی خلقت میں فرشتوں نے بطور آلات کے بھی کوئی کام نہیں کیا وہ پیدا ہی نہ ہوئے تھے تو بطور آلات کے کیسے کام کرتے۔ "ھو" یعنی بس وہی ہے اور کوئی نہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں خلق کیا ہے "ھو" کی ضمیر منفصل کے بعد جو حصر پر دلالت کرتا ہے لفظ خلق لایا ہے جو ھو کے فعل کو بیان کر رہا ہے اور پھر آسمانوں اور زمین کا بیان کیا ہے۔

خلقت کائنات کے بارے میں دو نظریے

خلقت کائنات کے بارے میں دو نظریے ہیں ایک قرآنی نظریہ ہے دوسرے فلاسفہ یونان مادئین اور دہریوں کا نظریہ ہے۔

قرآنی نظریہ مختصر طور پر اوپر بیان ہو گیا اور کچھ آگے چل کر "وکان عرشہ علی الماء" کی تشریح وتوضیح کے ضمن میں بیان ہوگا۔

فلاسفہ مادئین اور دہریوں کا نظریہ قرآنی نظریہ کے برخلاف یہ ہے کہ وہ خدا کو ایک مادہ کی صورت سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ساری کائنات اسی مادہ کی مختلف شکلیں ہیں۔

قرآن کے نزدیک خدا واجب الوجود ہے۔ قدیم ہے ازلی وابدی وسرمدی ہے اور قادر مختار ہے۔ لیکن مادئین کے نزدیک مادہ قدیم ہے اور فلاسفہ مادئین کے نزدیک وہ مادہ قادر ومختار نہیں ہے بلکہ وہ اسے ایک مجبور فاعل کی حیثیت میں سمجھتے ہیں جس میں سے

صرف ایک ہی چیز صادر ہو سکتی ہے۔

قران یہ کہتا ہے کہ خدا ”لم یلد و لم یولد“ ہے نہ وہ کسی چیز سے نکلا یا پیدا ہوا نہ اس سے کوئی چیز نکلی یا پیدا ہوئی۔ نہ وہ مرکب ہے کہ اس کے اجزا ہوں نہ وہ جسم رکھتا ہے کہ اس سے کوئی چیز نکلے۔ نہ وہ کسی چیز میں سما سکتا ہے۔ جس کے حلول، اتحاد اور وحدت الوجود کا نظریہ رکھنے والے قائل ہیں۔

مسلمانوں نے قرآنی نظریہ کے خلاف فلاسفہ یونان کا نظریہ کیوں اپنایا؟

یہ سوال انتہائی طور پر قابل غور ہے تحقیق سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بنی امیہ کے حکمران آئمہ اہل بیت کو سب کرتے تھے۔ انہیں گالیاں دیتے تھے اور لوگوں کو آئمہ اہل بیت سے متنفر کرنے اور دور رکھنے کے لئے طرح طرح کے حیلے اور ترکیبیں کرتے تھے۔

جب بنی امیہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور بنی عباس کی حکومت قائم ہو گئی تو وہ بنی امیہ کی طرح آئمہ اہل بیت پر سب کرنے یا گالیاں دے کو لوگوں کو آئمہ اہل بیت سے دور رکھنے کا انتظام تو نہیں کر سکتے تھے جب کہ لوگوں کے آئمہ اہل بیت کی طرف رجوع کرنے کو وہ بھی اپنے اقتدار کے لیے خطرہ سمجھتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس امر کے اصل حقدار وہی ہیں انہیں کا نام لے کر انہوں نے اقتدار حاصل کیا تھا۔

لہذا انہوں نے آئمہ اہل بیت سے لوگوں کو دور رکھنے کے لیے علم وہدایت کے ان سرچشموں سے روکنے کے لیے یونان سے فلسفہ کی کتابیں درآمد کیں۔ ان کے عربی میں ترجمے کرائے۔ لوگوں میں فلسفہ کا علم حاصل کرنے کا شوق پیدا کیا ترجمہ کرنے والوں اور پڑھانے والوں کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں پڑھنے والوں کے لیے گراں بہا وظائف مقرر

رکھے اور فلسفہ پڑھنے والوں کو مقرب بارگاہ بنانے کا اعزاز بخشا اس طرح سے دو کام نکالے ایک یہ کہ تاریخ انہیں علم دوست قرار دے دوسرے علم وہدایات کے اصل سرچشموں سے لوگوں کو روک کر فلسفہ یونان کا گرویدہ بنا دیا اس طرح مسلمانوں میں بڑے بڑے فلسفی گزرے۔

لیکن ان مسلمان فلاسفہ نے فلسفہ یونان کو مسلمان بنا لیا وہ اس طرح کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ایک چیز میں سے ایک چیز کے سوا اور کچھ نہیں نکل سکتا۔ لا یصدر عن الواحد الا الواحد

لیکن فلاسفہ یونان نے اس ایک چیز کا نام جو سب سے پہلے نکلی عقل اول رکھا تھا۔

چونکہ یہ مسلمان فلاسفہ جنہوں نے فلسفہ یونان کو مسلمان بنایا تھا اور اسے اسلامی فلسفہ قرار دیا تھا اہل سنت سے تعلق رکھتے تھے لہذا انہوں نے یہ کہا کہ وہ ایک چیز جو خدا کے نور میں سے نکلی وہ محمد صلی اللہ علیہ والہ اور انبیا علیہم السلام کا نور تھا۔ عرصہ دراز کے بعد جب شیعوں نے اس فلسفہ کی طرف رخ کیا تو انہوں نے اس فلسفہ کو شیعہ فلسفہ بنا لیا وہ اس طرح سے کہ انہوں نے کہا وہ ایک چیز جو خدا کے نور سے نکلی وہ محمد و آل محمد یعنی چہاردہ معصومین علیہم السلام کا نور تھا۔ ان دونوں نے فلسفہ یونان کی پیروی میں قرآن سے انحراف کیا کیونکہ قرآن یہ کہتا ہے کہ نہ تو وہ کسی چیز سے پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس سے پیدا ہوئی ہے۔ اسلام سے پہلے یہی فلسفہ عیسائی حضرات اختیار کر چکے تھے پہلے تو وہ عیسیٰ کو خدا کا بیٹا اس لئے کہتے تھے کہ ان کا کوئی باپ نہیں تھا لیکن جب انہوں نے فلسفہ یونان کی طرف رخ کیا تو انہوں نے یہ کہا کہ خدا کے اندر سے بس ایک حضرت عیسیٰ کا نور نکلا اس کے بعد جو کچھ کیا وہ حضرت عیسیٰ نے خدا کے چیف ایگزیکیٹو کی حیثیت سے کیا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ”العقائد الحقہ“

یہاں پر ایک لطیفہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ میری اہل سنت کے ایک خوش عقیدہ آدمی سے گفتگو ہوئی وہ بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے جیسے کہ اور بہت سے اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ خدا کے نور میں سے بس صرف محمد صلعم کا نور نکلا۔ میں نے ان سے کہا کہ اس نظریہ کے آدمی یہ بھی کہتے ہیں کہ پھر ہر چیز انہیں کے نور سے پیدا ہوئی۔ کہنے لگے کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہر چیز میں کوئی چیز مستثنیٰ نہیں ہے اور پھر میں نے کچھ چیزوں کے نام لئے کہ یہ چیزیں بھی مخلوق ہی ہیں اور یہ بھی ان کے ہی نور سے بنی کیا کہتے ہیں آپ۔ کیا یہ فضیلت کی کوئی بات ہے۔

شریف آدمی تھے ضدی نہیں تھے گردن جھکا کر سوچا اور پھر کہنے لگے واقعاً یہ بات تو غور کرنے کے لائق ہے اس میں تو فضیلت کی بجائے توہین ہے۔

پھر میں نے ان سے کہا کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر کوئی معمار ایک چھ منزلہ عمارت بنانے کا ارادہ کرے تو وہ سب سے پہلے چھٹی منزل بنائے گا پھر پانچویں منزل بنائیگا پھر چوتھی منزل بنائے گا پھر تیسری منزل بنائے گا اور پھر پہلی منزل بنائے گا یا وہ پہلی منزل سے کام شروع کرے گا اور بتدریج چھٹی منزل تک پہنچے گا جس کا اس نے پہلے سے ارادہ کیا ہوا ہے کہنے لگے کہ پہلی منزل سے کام شروع کرے گا۔ میں نے کہا جو سب سے پہلی منزل ہے وہ سب سے اونچی اور بلند ہوئی یا چھٹی منزل سب سے اونچی اور بلند ہوئی چاہے وہ بعد میں ہی بنی ہو اس کا جواب بھی مثبت تھا۔

قدرتی طور پر دوسری منزل نہیں بن سکتی جب تک پہلی منزل نہ ہو اور تیسری منزل نہیں بن سکتی جب تک دوسری منزل نہ ہو اس طرح چھٹی منزل تک کا حال ہے۔

مخلوقات کی اقسام اور ان کی خلقت کی ترتیب

تمام علماء اور دانشوروں کا اتفاق ہے اس بات پر کہ مخلوقات کی چھ اقسام ہیں

نمبر1۔ جمادات نمبر2۔ نباتات نمبر3۔ حیوانات

نمبر4۔ جن نمبر5۔ فرشتے نمبر6۔ انسان

خداوند تعالیٰ کی جتنی بھی مخلوق ہے وہ سب کی سب ان ہی چھ اقسام میں سے کسی نہ کسی قسم میں شمار ہوئی ہے۔ ان میں سے پہلی قسم جمادات کی بھی تین اقسام ہیں

نمبر1۔ ٹھوس جیسے زمین پہاڑ معدنیات وغیرہ

نمبر2۔ مائع جیسے پانی، تیل، ڈیزل، پیٹرول وغیرہ

نمبر3۔ گیس جیسے ہوا ہے

نباتات نہیں اگ سکتی جب تک زمین اور پانی اور ہوا نہ ہو لہذا خدا نے سب سے پہلے پانی اور ہوا اور زمین کو خلق فرمایا کیونکہ یہ تینوں چیزیں نباتات کے اگانے کے لیے ضروری و لازمی ہیں۔

اور حیوانات زندہ نہیں رہ سکتے جب تک ان کے لیے کھانے کے لیے چارہ یعنی نباتات نہ ہو لہذا حیوانات کے خلق کرنے سے پہلے ان کے لیے چارہ کا بندوبست ضروری تھا اور جنوں کو پیدا کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ ان کی غذا اور ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے جمادات و نباتات و حیوانات موجود ہوں۔ لہذا یہ زمینی مخلوق اسی ترتیب سے پیدا ہوئی۔ اور زمین اور اس میں سامان معیشت پیدا کرنے کے بعد جب آسمانوں کو خلق کر لیا تب آسمانی مخلوق یعنی فرشتوں کو خلق فرمایا جیسا کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آسمانوں کو خلق کرنے کے

بعد فرشتوں کو خلق کر کے آسمانوں کے اطباق کو فرشتوں سے بھر دیا۔

چھٹا نمبر انسانوں کی خلقت کا ہے جس کے لیے ارشاد ہوا کہ: هو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً (البقرہ 25)

اے انسان وہی (اللہ) تو ہے کہ جس نے ان تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں تیرے ہی لیے پیدا کیا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ تمام زمینی مخلوق پہلے پیدا ہوئی اور انسان بعد میں پیدا ہوا۔ جب خداوند تعالیٰ نے انسان کے راحت و آرام اور ضروریات زندگی کی تمام چیزیں پیدا کر لیں تب اس نے انسان کو خلق فرمایا اور مذکورہ بیان کا ثبوت سورہ ھود کی مذکورہ زیر عنوان آیت کے اس فقرے سے ملتا ہے جس میں ارشاد ہوا کہ'' وکان عرشه علی الماء '' اور آسمانوں اور زمین کی خلقت سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس ایت کی تفسیر میں شیعہ مفسرین نے جو کچھ لکھا وہ اس طرح ہے

تفسیر قمی میں ہے کہ

وہ پانی ہوا پر تھا اور ہوا کی کوئی حد نہیں تھی اور ان دونوں چیزوں کے سوا اس وقت اور کوئی مخلوق نہیں تھی اور وہ پانی میٹھا اور صاف تھا۔

حاشیہ مقبول ترجمہ صفحہ 44 بحوالہ تفسیر قمی۔

اور علامہ سید علی نقی صاحب اپنی تفسیر فصل الخطاب میں لکھتے ہیں کہ پہلا جز تو متعدد مرتبہ آ چکا ہے۔ اس کے بعد خاص چیز یہ ہے کہ'' اس کا عرش پانی پر تھا'' یعنی آسمان و زمین کی خلقت کے پہلے اس سے ظاہر ہے کہ کچھ اسلامی علمائے ریاضی کا یہ تصور کہ عرش قران نے آسمان ہفتم یعنی فلک الافلاک ہی کو کہا ہے درست نہیں ہے بلکہ قرآن بتا رہا ہے کہ جب آسمان نہ تھے تب بھی عرش تھا اور وہ پانی پر تھا اس سے ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ عرش اس طرح سے جسمانی قسم کی چیز نہیں ہے جسے ہم مادی نوعیت میں تبدیل کریں بلکہ جلال و

جبروت الٰہی کا بلند ترین مرکز جو کائنات پر حاوی ہے وہی عرش ہے اور اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آسمان اور زمین کے پہلے کائنات میں پانی تھا، یہ جو نہج البلاغہ میں تخلیق عالم کی کیفیت بیان ہوئی ہے اس سے بالکل مطابق ہے۔

(تفسیر فصل الخطاب جلد 4 صفحہ 116)

اور تفسیر در نجف میں'' وکان عرشه علی الماء '' کی تفسیر میں اس طرح لکھا ہے کہ:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان اور زمین کی پیدائش سے پانی اور عرش پہلے تھے اور نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جہاں ابتدائے خلق عالم کا واقعہ بیان فرمایا ہے اس میں بھی یہی ہے کہ خدا نے ہوا کو پیدا کیا جس نے پانی میں تلاطم پیدا کر کے جھاگ بنائی اور وہ منجمد ہو کر زمین بنی۔ چونکہ باقی سب کائنات کی خلقت کی ابتداء پانی سے ہوئی تو عرش کا پانی کے اوپر ہونے کا مقصد شاید یہ ہوا کہ خدا کی سلطنت وحکومت اس پر محیط و غالب ہے۔

(تفسیر در نجف جلد 7 صفحہ 197،196)

اور تفسیر عمدۃ البیان میں'' وکان عرشه علی الماء '' کی تفسیر میں اسطرح سے لکھا ہے کہ:

'' اور تھا پہلے پیدا کرنے آسمانوں اور زمین سے عرش اس کا اوپر پانی کے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عرش اور پانی آسمانوں اور زمین سے پہلے پیدا ہوئے ہیں اور پانی بعد عرش کے سب چیزوں سے پہلے پیدا ہوا۔

تفسیر عمدۃ البیان جلد 2 صفحہ 50

اور اسی تفسیر میں آگے چل کر یوں لکھا ہے

'' تھا عرش اس کا پانی پر اور پانی ہوا پر اور ہوا چلتی نہ تھی اور سوائے ان دونوں کے

اس روز اور کوئی خلقت نہ تھی اور پانی اس روز شیریں تھا۔ جس وقت خدا نے ارادہ کیا کہ زمین کو پیدا کریں تو ہواؤں کو حکم دیا انہوں نے پانی میں جھونکے لگائے یہاں تک کہ پانی میں ایک موج پیدا ہوئی اور پھر جوش کر کے ایک کف ہو گیا اس کو خدا نے بیت اللہ کی جگہ میں جمع کیا پھر اس کا ایک پہاڑ کف کا بنایا اور اس کے نیچے زمین کو بچھایا جیسا کہ فرماتا ہے خدا کا کہ "ان اول بیت

وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا یعنی اول خانہ کو رکھا گیا واسطے آدمیوں کے البتہ وہ مکہ میں ہے برکت کیا گیا"

(تفسیر عمدۃ البیان جلد 2 صفحہ 355)

ہم نے مذکورہ تفاسیر کا بیان قارئین کے اطمینان کے لئے نقل کیا ہے۔ ورنہ آیت کا مطلب بالکل واضح ہے کہ خدا نے کائنات کی خلقت کی ابتداء پانی سے کی یعنی کان عرشہ علی الماء کا واضح مطلب یہی ہے کہ خدا نے سب سے پہلے جمادات کی ایک قسم پانی کو خلق فرمایا۔ اور پانی سے پہلے اور کسی بھی مخلوق کو پیدا نہیں کیا اور پانی کو خداوند تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے خلق فرمایا اور پھر جمادات کی دوسری قسم ہوا کو خلق فرمایا، پھر ہوا کے ذریعہ پانی کو تھپیڑے دیکر اس میں جھاگ اٹھائی اور اس جھاگ کو ٹھوس بنا کر زمین پہاڑ اور جمادات کی دوسری اقسام معدنیات وغیرہ بنائیں۔

لہذا فلاسفہ کا یہ کہنا کہ خدا کے اندر سے سب سے پہل عقل اول نکلی۔ اور اس کے بعد جو کچھ کیا وہ عقل اول نے کیا۔ اور عیسائیوں کا یہ کہنا کہ سب سے پہلے خدا کے اندر سے حضرت عیسیٰ نکلے اور اس کے بعد خدا نے کچھ نہیں کیا جو کچھ کیا وہ حضرت عیسیٰ نے خدا کے چیف ایگزیکٹیو کی حیثیت سے کیا اور اہل سنت کے فلاسفہ کا فلسفہ یونان کو مسلمان بنا کر یہ کہنا کہ سب سے پہلے خدا کے نور میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کا نور نکلا، یا شیعہ فلاسفہ کا

اسی فلسفہ کو شیعہ فلسفہ بنا کر یہ کہنا کہ سب سے پہلے خدا کے نور میں سے محمد وآل محمد یعنی چہاردہ معصومین علیہم السلام کا نور نکلا اور پھر ان کے نور سے ہر چیز خلق ہوئی۔ قرآن کریم کے سراسر خلاف ہے۔ اور یہ حتماً و یقیناً مادئین دہریوں اور فلاسفہ کی پیروی ہے کیونکہ قرآن کریم کی رو سے خداوند تعالیٰ "لم یلد و لم یلد" ہے نہ اس سے کوئی چیز نکلتی ہے نہ وہ کسی چیز میں سے نکلا ہے اور کوئی مادی شے نہیں ہے کہ اس کے اجزا ہوں لہذا اس سے کسی بھی چیز کے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چاہے اس فلاسفہ یونان کی طرح عقل اول کہا جائے۔ چاہے عیسائیوں کی طرح حضرت عیسیٰ کہا جائے۔ چاہے اہل سنت کے فلاسفہ کی طرح فلسفہ یونان کو مسلمان بنا کر یہ کہا جائے کہ سب سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کا نور نکلا یا اسے شیعہ فلسفہ کی طرح اسے شیعہ فلسفہ بنا کر یہ کہا جائے کہ سب سے پہلے خدا کے نور میں سے محمد وآل محمدؐ یعنی چہاردہ معصومین علیہم السلام کا نور نکلا، اور پھر ان کے نور سے ہر چیز خلق ہوئی قرآن کے سراسر خلاف ہے اور قرآن کریم کے خلاف جتنی احادیث ہیں وہ سب کی سب فلاسفہ کی چاہے وہ سنی فلاسفہ ہوں یا شیعہ فلاسفہ ہوں، مفوضہ کی، صوفی شیعوں کی اور شیخیوں کی گھڑی ہوئی ہیں اور خود پیغمبر اکرم اور آئمہ طاہرین کے فرمان کے مطابق اس قابل ہیں کہ انہیں دیوار پر دے ماریں اور اہل سنت کے فلاسفہ کا یہ کہنا کہ پھر ہر چیز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے نور سے پیدا ہوئی اور شیعہ فلاسفہ کا یہ کہنا کہ ہر چیز محمد وآل محمد یعنی چہاردہ معصومین علیہم السلام کے نور سے پیدا ہوئی اس میں فضیلت کی کوئی بھی بات نہیں ہے اور ہم ہر چیز کا نام لینا نہیں چاہتے ہر معمولی سی عقل والا ذرا سا غور کرنے پر اس بات سے آگاہ ہو سکتا ہے ۔بہر حال تیرھویں صدی ہجری میں شیعوں میں فلسفہ علی الخصوص ایران کے شیعوں میں اس قدر سرایت کر گیا کہ انہوں نے ارشادات معصومین علیہم السلام سے سراسر منہ موڑ لیا اور قرآن و احادیث معصومین علیہم السلام کو زبردستی اپنے مطلب پر چپکا کر اس سے اپنے مادی

نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے کام لیا جیسا کہ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار میں لکھا ہے کہ:

''ہمارے زمانے میں چونکہ لوگ فلاسفہ کی کتابوں کے حریص ہو گئے ہیں اور انہوں نے کتاب خدا (قرآن) اور ارشادات معصومین علیہم السلام سے منہ موڑ لیا ہے اور حقائق شریعہ اصلاحات فلاسفہ کے ساتھ مخلوط ہو گئی ہیں اور لوگ ان کی خیال بافی کی طرف مائل ہو گئے ہیں لہٰذا وہ خود بھی گمراہ ہو گئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا''

(بحار الانوار)

اسی فلسفہ سے صوفیت اور شیخیت نے جنم لیا جب تک صوفیت سنیوں میں محدود رہی اس وقت تک صوفیا صرف حلول واتحاد کے قائل رہے لیکن سنیوں میں ہی سے ایک صوفی محی الدین ابن عربی نے وحدت الوجود کا فلسفہ ایجاد کیا حالانکہ اس کی تحریریں پکار پکار کر کہہ رہی تھیں کہ وہ اہل سنت سے تعلق رکھتا تھا۔ مگر چونکہ اس نے امام مہدیؑ کی مدح کی ہے اور انہیں حضرت فاطمہ کی اولاد سے بتایا ہے لہٰذا بہت سے خوش فہمی میں مبتلا شیعہ اسے شیعہ سمجھتے ہیں اور ایران کے اکثر صوفی شیعہ محی الدین ابن عربی کے فلسفہ کے پیرو ہیں اور وحدت الوجودی ہیں۔ حتیٰ کہ آیت اللہ خمینی بھی اسی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے محی الدین ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم کی شرح لکھی اور ساری عمر وحدت الوجود کا فلسفہ ہی پڑھاتے رہے۔

انقلاب ایران سے پہلے بھی اگرچہ فلسفہ اور تصوف وعرفان کا بہت زور تھا لیکن انقلاب ایران کے بعد تو ''الناس علی دین ملوکھم'' کے مطابق اس مکتبہ فکر کو سرکاری سرپرستی حاصل ہوئی اور اب تصوف کے عقائد سے بھرپور کتابوں کا سیلاب آ گیا ہے اور ایران سے اکثر کتابیں جو پاکستان میں درآمد ہو رہی ہیں وہ تصوف کے وحدت الوجودی عقیدہ پر نظر آتی ہیں۔ ان لکھنے والوں میں بہت سے حجۃ الاسلام اور آیت اللہ کے

لقب سے بھی ملقب ہیں اس وجہ سے پاکستان کے بے خبر شیعہ دھوکا کھا گئے ہیں۔ حالانکہ صوفیت یا شیخیت کسی کے فقیہ ہونے یا حجۃ الاسلام کہلانے یا آیت اللہ العظمیٰ کہلانے سے مانع نہیں رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت حجۃ الاسلام آیت اللہ العظمیٰ امام المصلح کے لقب کے ساتھ معروف تھے اور کویت میں اور بعض دوسرے اسلامی ممالک میں ان کی تقلید بھی کی جاتی تھی اور ان کی مسائل فقہ کی دو کتابیں ایک احکام الشیعہ عربی اور دوسری احکام شیعیان فارسی میں ہیں اور دونوں ہمارے پاس ہیں اور جب رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت مرزا حسن الحائری الاحقاقی حجۃ الاسلام آیت اللہ العظمیٰ اور امام کہلا سکتے ہیں تو ایک صوفی شیعہ حجۃ الاسلام آیت اللہ العظمیٰ اور امام کیوں نہیں کہلا سکتا اور یہ میرا چیلنج ہے کہ کسی صوفی شیعہ کے یا شیخی شیعہ کے حجۃ الاسلام اور آیت اللہ العظمیٰ اور امام کہلانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے ہر کوئی فقہ پڑھ کر فقیہ بن سکتا ہے اور حجۃ الاسلام اور آیت اللہ کہلا سکتا ہے۔ بہرحال اب ہم پھر اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔

ساری کائنات انسان ہی کے لیے خلق کی گئی

سورہ ھود کی آیت نمبر 7 کا آخری حصہ ہے ''لیبلوکم ایکم احسن عملا''

اے انسان میں نے یہ ساری کائنات اس لئے خلق کی ہے تاکہ میں تمہیں آزماؤں کہ تم میں سے از روئے عمل کے کون سب سے بہتر ہے۔ اس آیت میں لفظ ''لیبلوکم'' تاکہ تمہیں آزمانے کا واضح مطلب یہ ہے کہ انسان ہی خدا کی خلقت کا وہ اصل شاہکار ہے۔ جس کی خاطر اس نے ساری کائنات کو خلق فرمایا ہے۔ گویا اس وقت جب نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی نہ چاند تھا نہ سورج تھا نہ ستارے تھے اس کے علم ازلی میں یہ تھا کہ وہ انسان کو پیدا کرے گا جو صاحب عقل وشعور ہوگا جو صاحب ارادہ واختیار ہوگا اور وہ اسکی خلقت کا شاہکار ہوگا اور

جس طرح اس کو یہ علم تھا کہ یہ انسان اس کی خلقت کا عظیم شاہکار ہوگا اسی طرح اس کے علم ازلی میں یہ بھی تھا کہ تمام انسانوں میں سے ازروئے عمل کے کون سب سے بہتر ہے لہذا اس کی آزمائش کا مطلب یہ تھا کہ سارے عالم پر یہ آشکار کردے کہ تمام انسانوں میں ازروئے عمل کے کون سب سے بہتر و افضل ہے لہذا دراصل وہی غرض خلقت کائنات مقصد خلقت کائنات اور علت غائی خلقت کائنات ہے۔

پس خلقت کی ترتیب کے لحاظ سے انسان کی خلقت کا نمبر چھٹا ہے۔ جس طرح چھ منزلہ عمارت کی تعمیر کے لیے چھٹی منزل معمار کے علم میں ہوتی ہے لیکن وہ چھٹی منزل کی تعمیر کے لیے پہلے پانچ منزلیں بناتا۔ کیونکہ چھٹی منزل کے لیے نچلی پانچ منزلوں کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔

اس طرح خداوند تعالی نے انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اس کے راحت و آرام کی خاطر اور اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ساری کائنات کو پیدا کیا اور ساری کائنات کو اس کی خدمت میں لگا دیا تا کہ وہ اسے آزمائے کہ وہ اس کائنات میں غور کر کے اس کے خالق کو پہچانتا ہے یا نہیں اور پھر اس کی بندگی کا حق ادا کرتا ہے یا نہیں۔ اور پھر کون ہے وہ کہ جو ازروئے عمل سب سے بڑھ کر ہے۔

قران کریم کی بہت سی آیات اس بات کو واضح طور پر بیان کرتی ہوئی نظر آتی ہیں کہ خداوند تعالی نے ساری کائنات کو انسان کے لئے خلق فرمایا۔ ہم نمونہ کے طور پر ذیل میں صرف آیات کا حوالہ نمبر نقل کرتے ہیں

نمبر 1 سورۃ البقرہ آیت نمبر 29۔ نمبر 2 سورہ یونس آیت نمبر 67 نمبر 3،4 سورۃ النحل آیت نمبر 10-11۔ نمبر 5 تا 10 سورۃ النحل آیت نمبر 13 تا 18۔ نمبر 11 سورۃ الفرقان آیت نمبر 47۔ نمبر 12 سورۃ لقمان آیت نمبر 20۔ نمبر 13 تا 15 سورہ المومن آیت نمبر 60 تا

62۔ نمبر 16 المومن آیت نمبر 64۔ نمبر 17 تا 20 سورۃ حم السجدہ آیت نمبر 9 تا 12۔ نمبر 21 سورۃ الجاثیہ آیت نمبر 12۔ نمبر 22 تا 26 سورۃ النمل آیت نمبر 60 تا 64۔

قرآن کریم میں اس موضوع کی بہت سی آیات ہیں لیکن ہم نے مذکورہ 26 آیات پر اکتفا کیا ہے۔ ان سب آیات میں خداوند تعالی نے واضح الفاظ میں یہ بیان کیا ہے کہ:

اے انسان یہ زمین اور اس میں جو کچھ ہے وہ میں نے تیرے ہی لئے پیدا کیا ہے۔

اے انسان آسمانوں کو اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی میں نے تیرے ہی لئے پیدا کیا ہے۔

اے انسان رات میں نے تیرے راحت و آرام کے لئے بنائی ہے اے انسان دن کو میں نے تیرے کاموں کے لیے بنایا ہے اے انسان سورج اور چاند اور ستارے سب تیرے فائدے کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔

اے انسان رات کو میں نے تیرے لئے پردہ بنایا ہے اے انسان نیند کو میں نے تیری تھکاوٹ اتارنے کے لئے بنایا ہے اے انسان آسمانوں میں جو بھی ہے وہ سب تیرے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔

اے انسان ساری ظاہری اور باطنی نعمتیں میں نے تیرے لئے پیدا کی ہیں۔

اے انسان زمین میں نے تیرے ٹھہرنے اور بسانے کے لئے بنائی ہے۔

اے انسان صورت میں نے تیری سب سے اچھی بنائی ہے اے انسان رزق میں نے تجھے پاک و پاکیزہ دیا ہے اے انسان زمین میں پہاڑ میں نے اس لئے بنائے ہیں کہ یہ تجھے لے کر کہیں کسی طرف جھک نہ جائے۔

اے انسان زمین میں میں نے برکت تیرے لئے رکھی ہے اے انسان تیرے رزق کے سامان میں نے اس زمین میں رکھ دیئے ہیں۔

اے انسان آسمانوں سے میں نے مبارک پانی تیرے لئے اتارا ہے اس پانی سے باغات اور اناج کے کھیت اور لمبے لمبے کھجور کے درخت اور زیتون اور انگور اور ہر قسم کے پھل تجھے رزق دینے کے لئے پیدا کئے ہیں جن میں تم سب انسان برابر کے حقدار ہو

بہر حال ان تمام آیات قرآنی سے بالفاظ واضح ثابت ہے کہ ساری کائنات انسان کے لئے خلق کی گئی ہے اور غرض اصلی اس سے یہ تھی تا کہ وہ یہ آزمائے کہ انسانوں میں کون از روئے عمل کے سب سے افضل و بہتر ہے۔

یعنی اس ساری کائنات کو دیکھ کر وہ غور کرے کہ جب یہ ساری کائنات میرے لئے بنائی ہے تو پھر مجھے کس لئے بنایا ہے۔ میرا مقام کیا ہے۔ میری حیثیت کیا ہے۔ کیا مجھے یونہی فضول میں پیدا کیا ہے کہ کھاؤ پیو موج اڑاؤ اور کچھ نہ کرو اس لئے خدا پوچھ رہا ہے:

افحسبتم انما خلقنا کم عبثاً و انکم الینا لا ترجعون

کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم نے تم کو یونہی فضول میں پیدا کیا ہے اور تم لوٹ کر ہمارے پاس نہیں آؤ گے۔

انسانوں اور جنوں کی غرض خلقت

ارشاد خداوندی ہے:

وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون (الذاریات۔65)

نہیں پیدا کیا میں نے جنوں اور انسانوں کو لیکن اپنی عبادت کے لئے۔

یہ آیت جنوں اور انسانوں دونوں کی غرض خلقت ایک ہی قرار دے رہی ہے اور وہ ہے

خدا کی اطاعت و بندگی اور اسکی عبادت۔

اس آیت میں جنوں کا ذکر پہلے آیا ہے۔ کیونکہ جن انسانوں سے پہلے پیدا ہوئے اور یہ بات واضح طور پر ثابت ہے جس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے ہم اپنی دوسری کتابوں میں تفصیل کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ کچھ فرشتے اور جن آدم علیہ السلام کی خلقت کے وقت زمین پر موجود تھے اور یہ فرشتے ان جنوں کی ہدایت کے لئے اور سرکش جنوں کو زمین سے بے دخل کرنے کے لئے ہی آئے تھے۔ یہی فرشتے جو زمین پر جنوں کی ہدایت کے لئے آئے تھے زمین پر رہ رہے تھے اور عزازیل جو جن تھا ان پر ایمان لا چکا تھا وہ بھی ان ہی کے ساتھ مصروف عبادت تھا۔

بہر حال جن ہوں یا انسان ان کی کمال معراج خدا کا بندہ ہونا ہے اس کا عبد ہونا ہے اور اس موضوع کے لئے ہم آگے چل کر آیات قرآنی سے استدلال کرینگے۔

انسان کی خلقت کا بیان

جب خداوند تعالیٰ ساری کائنات کو خلق فرما چکا اور جمادات و نباتات و حیوانات اور جنوں اور فرشتوں کو خلق کر چکا تو پھر انسانوں کی خلقت کی طرف متوجہ ہوا۔

وہ انسان جو دو حیثیتوں کا مالک ہے۔ ایک روح۔ اور دوسرے جسم مادی ارضی۔ قرآن کریم کی بیشمار آیات سے یہ بات ثابت ہے کہ روح ایک مستقل وجود رکھتی ہے۔ جو جسم انسانی کی تکمیل کے بعد اس میں پھونکی جاتی ہے۔ اور موت کے وقت قبض کر لی جاتی ہے۔ جسم انسانی میں پھونکے جانے سے پہلے یہ روح عالم ارواح میں رہتی تھی اور موت کے بعد عالم برزخ میں رہتی ہے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں اس موضوع کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ان میں سے ایک آیت یہ ہے:

"وبدا خلق الانسان من طین ثم جعل نسله من سلالة من ماء مهین ثم سواه و نفخ فیه من روحه"

(السجدہ۔ 7 تا 9)

اور خدا نے انسان کی (جسمانی) خلقت کا آغاز مٹی سے کیا۔ پھر نسل انسانی کو مٹی کے خلاصے میں قرار دیا جو کہ پست اور بے قدر و قیمت پانی تھا پھر جب اسے رحم میں ٹھیک ٹھاک بنا دیا تو اس میں اپنی روح پھونک دی،،

اس سے ثابت ہو گیا کہ انسان دو حیثیتوں کا مالک ہے ایک روح اور دوسرے جسم ۔لہذا ان دونوں کی خلقت بھی علیحدہ علیحدہ ہوئی جس کا بیان آگے آتا ہے۔

روح انسانی کی خلقت کا بیان

یہ بات تو ثابت ہو چکی کہ خداوند تعالی نے انسانوں کو جمادات اور نباتات و حیوانات اور جنوں اور فرشتوں کی خلقت کے بعد سب سے آخر میں پیدا کیا۔ لیکن چونکہ انسان دو حیثیتوں کا مالک ہے۔ ایک روح دوسرے جسم مادی ارضی لہذا ان دونوں کی خلقت بھی علیحدہ علیحدہ ہوئی۔

ارواح کی خلقت کے بارے میں قرآن یہ کہتا ہے کہ جسموں کی خلقت سے بہت پہلے خداوند تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے اور اپنے حکم خاص سے (قل الروح من امر ربی) ارواح کو لاشے سے خلق فرمایا۔ اس موضوع کو ہم نے اپنی کتاب آدم علیہ السلام آئینہ سیرت و کردار انبیاء میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

لیکن جسم مادی و ارضی سے کتنا عرصہ پہلے ارواح کو خلق کیا تو اس بارے میں مختلف روایات میں سے مشہور روایت یہ ہے کہ" خلق اللہ الارواح قبل الاجساد

بالفی عام" اللہ نے روح کو اجساد کے خلق کرنے سے دو ہزار سال پہلے خلق فرمایا۔ لیکن کچھ دوسری روایات بھی ہیں جو یہ کہتی ہیں کہ دس ہزار سال پہلے خلق فرمایا۔ اور کوئی روایت کہتی ہے کہ چودہ ہزار سال پہلے خلق فرمایا بہرحال انسانی جسموں کی خلقت کا آغاز کرنے سے چاہے دو ہزار سال پہلے خلق فرمایا ہو یا دس ہزار سال پہلے خلق فرمایا ہو یا چودہ ہزار سال پہلے خلق فرمایا ہے۔ ہر حال میں انسان کے جسم مادی ارضی کا آغاز کرنے سے کم از کم دو ہزار سال پہلے تو ضرور ان کو خلق فرمایا۔ اور ہم یہ بات اپنی کتاب" آدم علیہ السلام آئینہ سیرت وکردار انبیاء" میں تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ خدا نے ارواح کو خلق کرنے کے بعد اپنی ربوبیت کا اقرار اور عہد لیا اور جن ارواح انسانی نے اقرار میں سبقت کی انہیں کار ہدایت انجام دینے کے لیے منتخب کر لیا۔ اور قرآن کریم کی یہ آیات عالم ارواح میں ہادیان دین کے انتخاب ہی کو بیان کر رہی ہے کہ:

"ان اللہ اصطفی آدم و نوحاً و آل ابراهیم و آل عمران علی العالمین ذریة بعضها من بعض" (آل عمران)

بے شک اللہ نے منتخب کر لیا ہے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام دنیا جہان کے کل انسانوں میں سے یہ سب ایک دوسرے کی ذریت ہیں۔

اس سلسلہ میں پیغمبر اکرم صلعم کی ایک حدیث بھی اشارہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت کے اصحاب میں سے کسی نے پوچھا کہ یا حضرت آپ آئے تو سب سے بعد میں ہیں اور سب سے افضل کیسے ہو گئے تو آپ نے فرمایا۔

کہ جب خداوند تعالی نے عالم ارواح میں تمام ارواح سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا اور یہ کہا کہ 'الست بربکم' کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب سے پہلے (بلی) یعنی ہاں کہنے والا میں تھا۔

یعنی اس اقرار ربوبیت میں نہ صرف ہادیان دین کا انتخاب کیا بلکہ سبقت فی الاقرار کے لحاظ سے ان کے مرتبہ کا تعین اور بھیجے جانے کا وقت بھی مقرر کر دیا۔

بہر حال قرآن یہ کہتا ہے کہ ہادیان دین کا انتخاب کرنے کے بعد پھر ان تمام ہادیان سے یہ عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت اور احکام دین دے کر بھیجوں وہ تم نے اپنی اپنی امتوں کو بے کم وکاست پہنچا دینا ہے۔

تمام ہادیان دین سے عہد لینے کے بعد پھر تمام ارواح انسانی سے یہ عہد لیا کہ جب تمہارے پاس میرے رسول آئیں تو تم انکی اطاعت وپیروی کرنا پس جو کوئی میری نافرمانی سے بچار ہیگا اور نیک اعمال بجالائے گا اسے نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی حزن وملال ہوگا۔

پھر ہر نبی کی امت سے یہ عہد لیا کہ میں تمہارے پاس کتاب وحکمت دے کر انبیا کو بھیجا کروں گا تو تم ان پر ایمان بھی لانا اور ان کی پیروی بھی کرنا۔ اور تمام انبیاء کے بعد ایک رسول آئے گا۔ جو ان تمام انبیا ورسل اور ان کتابوں کی تصدیق کریگا جو تمہارے پاس سابقہ انبیا، لائے تھے تو تم سب کے سب اس پر ایمان بھی لانا اور اس کی تصدیق بھی کرنا۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ یہ سب عہد وپیمان عالم ارواح میں ہو چکے ہیں جو قرآن میں درج ہیں۔ یہ سب عہد وپیمان ارواح سے لئے گئے ہیں چاہے وہ انبیا علیہم السلام کی ارواح ہوں یا رسولوں کی ارواح ہوں یا آئمہ علیہم السلام کی ارواح ہوں یا عام انسانوں کی ارواح ہوں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ جب انسانی جسم مادی ارضی کی خلقت سے کم از کم دو ہزار سال پہلے ارواح خلق ہو چکی تھیں اور ان سب سے عہد وپیمان لئے جا چکے تھے تو کم از کم دو ہزار سال تک یا چودہ ہزار سال سے بھی زیادہ ان ارواح کو دنیا میں بھیجنے کے لئے انتظار کیوں کیا گیا، اس لیے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ خدا جس نے انسان کو اس کے راحت و

آرام اور اس کی تمام ضروریات زندگی خلق کرنے کے بعد پیدا کیا اس وقت زمین کی کیا حالت تھی۔

آدم علیہ السلام کی جسمانی خلقت سے پہلے زمین کی حالت

قرآن کریم کا بغور مطالعہ کرنے سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنوں اور انسانوں کی غرض خلقت ایک ہی ہے اور وہ ہے عبادت وبندگی، پس انسانوں کی طرح جن بھی مکلف تھے اور انسانوں کی طرح انہیں بھی ہدایت کی ضرورت تھی اور یہ بات طے ہو چکی تھی کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آخری حادی تک جنوں اور انسانوں کے حادی اولاد آدم سے ہوں گے۔

اگر چہ خدا تمام انسانوں کی ارواح کو آدم علیہ السلام کے جسم مادی وارضی کی خلقت سے کم از کم دو ہزار سال پہلے یا بعض روایات کے مطابق چودہ ہزار سال پہلے یا اس سے بھی زیادہ عرصہ پہلے خلق کر چکا تھا۔ لیکن جنوں کا فساد وخونریز اس کے سامنے تھا لہذا پہلے تو اس نے ایک نبی کو جو جنوں میں سے ہی تھا ان جنوں کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ جس کا نام حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق یوسف تھا۔ اسے ان جنوں نے قتل کر دیا پھر خداوند تعالیٰ نے جنوں کی ہدایت کے لئے فرشتوں کو بھیجا جو معصوم ہونے کے ساتھ ساتھ طاقت وقوت میں ان سے بڑھ کر تھے لیکن ان کی ہدایت سے صرف ایک جن جس کا نام عزازیل تھا ایمان لایا اور وہ ایمان لانے کے بعد فرشتوں کے ساتھ ہی رہنے لگا۔ اور ان کے ساتھ ہی عبادت میں مصروف ہو گیا۔ لیکن باقی جن اسی طرح فساد وخونریزی میں مصروف رہے۔ لہذا مستند اور قدیمی تفسیروں کے مطابق شیخ طوسی کی ''البیان'' کے ان فرشتوں نے ان فساد وخونریزی کرنے والے جنوں کو زمین سے باہر نکال دیا۔

فرشتوں کو ان فساد و خونریزی کرنے والے جنوں کو زمین سے بے دخل کرنے اور زمین کو امن و امان کا گہوارہ بنانے کے لیے کتنا عرصہ لگا یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔

ان فساد و خونریزی کرنے والے جنوں کی موجودگی میں آدم علیہ السلام اور اولاد آدم کا زمین پر بسنا انتہائی دشوار تھا۔ لہذا اندازہ یہی ہے کہ جب فرشتوں نے تمام جنوں کو زمین سے نکال دیا اور زمین امن و امان کا گہوارہ بن گئی اور وہ فرشتے اپنی ساختہ و کاشتہ جنت ارضی میں سکون کے ساتھ عبادت میں مصروف ہو گئے۔ اور عزازیل بھی ان کے ہی ساتھ اطمینان کے ساتھ عبادت میں مصروف ہو گیا تو زمین کے امن و امان کا گہوارہ بن جانے کے بعد فرشتوں کا زمین سے کام ختم ہو گیا لہذا مشیت ایزدی کا تقاضا یہ ہوا کہ اب آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا جائے۔

آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے اور فرشتوں کو واپس بلانے کا اعلان

جب زمین سے فرشتوں نے جنوں کو باہر نکال دیا اور زمین امن و امان کا گہوارہ بن گئی اور فرشتوں کا کام ختم ہو گیا تو خداوند تعالیٰ نے ان فرشتوں کے سامنے جو زمین پر رہ رہے تھے اور جو زمین پر جنوں کی ہدایت اور سرکش جنوں کو زمین سے بے دخل کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے یہ اعلان کیا کہ میں زمین میں تمہارا جانشین مقرر کرنے والا ہوں۔

و اذ قال ربک للملئکة انی جاعل فی الارض خلیفة

(البقرہ۔30)

اس وقت کو یاد کرو جب تیرے رب نے فرشتوں کے لئے کہا کہ بیشک میں زمین میں تمہارا جانشین مقرر کرنے والا ہوں۔

اس آیت کے معنی و مفہوم میں اکثر مفسرین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ مفسرین کے نزدیک تو اس آیت کا مفہوم وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ یہی مفہوم قدیمی اور مستند تفسیر ''التبیان طوسی'' میں بیان ہوا ہے اور یہی مفہوم ابن عباس سے مروی ہے۔

لہذا وہ فرشتے سمجھ گئے کہ ہمیں اوپر بلایا جا رہا ہے اور ہماری جگہ اور کسی کو ہادی بنا کر زمین پر مقرر کیا جا رہا ہے ان فرشتوں کو عالم ارواح میں کسی مخلوق اور جو کچھ عالم ارواح میں ہوتا رہا اس کی کوئی خبر نہیں تھی کہ عالم ارواح میں ایک مخلوق پیدا کی جا چکی ہے اور ان میں سے ہادیان دین کا انتخاب بھی ہو چکا ہے اور تمام ارواح سے ان کے حسب حال عہد و پیمان بھی لیا جا چکا ہے۔ وہ تو صرف یہ جانتے تھے کہ جن ہی وہ مخلوق ہے جو زمین پر آباد تھی۔ اور وہ سب کے سب جانتے تھے کہ ان کی جگہ لینے والا ہادی غیر معصوم نہیں ہو سکتا۔ اور جنوں میں سے کوئی معصوم نہیں تھا حتی کہ وہ جن بھی جو ان کی ہدایت سے ایمان لا کر ان کے ساتھ عبادت میں مصروف تھا۔ لہذا انھوں نے حیرانی کے عالم میں پوچھا کہ اور تو کوئی مخلوق ہے نہیں کیا تو انھیں کو ہمارا جانشین بنا دے گا جو فساد و خونریزی کریں۔ لیکن جب خداوند تعالیٰ نے ان ہستیوں کو جن کو خدا نے ان کی جگہ زمین پر ہادی بنا کر بھیجنا تھا ان کے سامنے پیش کر کے ان کا تعارف کرا دیا تو وہ مطمئن ہو گئے اور یہ کہنے لگے کہ قالوا سبحنک لا علم لنا الا ما علمتنا انھوں نے کہا کہ پاک ہے ذات تیری تو کوئی کام بغیر حکمت و مصلحت کے نہیں کر سکتا اور کسی غیر معصوم کو ہماری جگہ ہادی مقرر نہیں کر سکتا تھا ہمیں تو اس مخلوق کا علم ہی نہیں تھا۔ ہم تو بس اتنا جانتے تھے کہ جن ہی زمین پر آباد ہیں جو فساد و خونریزی کر رہے ہیں اور تو نے ہی ہمیں یہ بتلایا تھا۔

اس آیت میں للملائیکۃ کہا گیا ہے اور ''ل'' اکثر لیے کے معنی دیتا ہے۔ یعنی

فرشتوں کے لئے یا فرشتوں کا جانشین اور للملائکۃ میں "ل" کے بعد (ال) اس کو معرفہ بنا رہا ہے یعنی خاص فرشتے، وہی جو زمین پر رہ رہے تھے۔

مگر لفظ خلیفہ کو ایک منصب اور عہدہ قرار دینے والوں نے اور خلیفہ بھی کس کا، اللہ کا، اس نے تمام فرشتے مراد لئے اور یہ کہا کہ اس عظیم منصب کو دیکھ کر سارے ہی فرشتوں کے منہ میں پانی بھر آیا اور بہت سے مفسرین نے تو ان فرشتوں کے بارے میں جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

کسی نے کہا کہ فرشتے خدا کے سامنے اکڑ گئے کہ ہمیں خلیفہ بنا کسی نے کہا کہ فرشتوں نے خدا پر اعتراض کیا اور کم از کم اور نرم سے نرم الفاظ میں یہ کہا کہ فرشتوں نے اپنا استحقاق جتایا۔

کسی نے کہا کہ فرشتوں نے یہ کہا کہ اگر ہدف تسبیح و تقدیس ہے اور حمد بجالانا ہے تو وہ ہم بجالا رہے ہیں اس لئے ہمیں خلیفہ بنا۔

حالانکہ فرشتے معصوم ہوتے ہیں۔ وہ خود اپنے ارادہ و اختیار سے کوئی کام نہیں کرتے نہ ہی وہ کوئی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ تو نظام کائنات چلانے کیلئے ایک آلہ کے طور پر کام انجام دیتے ہیں۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

کچھ ان میں سے سربسجود ہیں جو رکوع نہیں کرتے کچھ رکوع میں ہیں وہ سیدھے نہیں ہوتے، کچھ صفیں باندھے ہوئے ہیں جو اپنی جگہ نہیں چھوڑتے اور کچھ خدا کی پاکیزگی بیان کر رہے ہیں جو اکتاتے نہیں ہیں۔

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر 1)

اور خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں فرشتوں کے بارے میں اس طرح سے ارشاد فرماتا ہے

'ولا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یومرون'

(التحریم۔6)

خدا جن فرشتوں کو حکم دیتا ہے اس میں وہ خدا کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور جو حکم انہیں ملتا ہے اسے وہ بجالاتے ہیں۔

لیکن ان سارے مفسرین کے اس نظریے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی طرف سے اعلان خلافت سن کر سارے ہی فرشتے تڑپ اٹھے۔ ان میں خواہشات نفسانی بھی پیدا ہوگئیں۔ وہ ارادہ و اختیار کے مالک بھی بن گئے اور خلافت جو ان مفسرین و مفکرین کے نزدیک بہت ہی عظیم منصب ہے لینے کے لئے ایسے بے چین ہوئے کہ نظام کائنات چلانے کے لئے جسے جسے جس جس کام پر مقرر کیا ہوا تھا اسے چھوڑنے کے لئے تیار ہوگئے۔ اور کم از کم وہ فرشتے جو مقرب بارگاہ خداوند تعالیٰ ہیں اور عظیم کاموں کے انجام دینے پر مامور ہیں سب سے پہلے تو ان فرشتوں نے خود کو اس منصب خلافت کا مستحق سمجھا ہوگا۔ لہذا جبرئیل اپنا کام چھوڑ کر اسرافیل اپنا کام چھوڑ کر عزرائیل اپنا کام چھوڑ کر، منکر و نکیر اپنا کام چھوڑ کر، رومان اپنا کام چھوڑ کر، رضوان اپنا کام چھوڑ کر، مالک اپنا کام چھوڑ کر خلافت کا عظیم منصب حاصل کرنے کے لئے بڑھ چڑھ کر بولنے لگے ہونگے اور تمام فرشتوں نے جو نظام کائنات چلانے پر مامور ہیں کہا ہوگا کہ اے خدا ان کاموں سے ہمارا استعفیٰ لے اور ان کاموں پر کسی اور کو لگا دے ہمیں تو خلافت کا یہ عظیم منصب عطا کردے۔

درباری علماء، حکمرانوں کو خوش کرنے کے لئے بڑے بڑے پاپڑ بیلتے ہیں مگر مسلمان علماء، مفسرین و مفکرین نے ان بادشاہوں کو خوش کرنے کے لیے جو خود کو خلیفہ

کہلاتے تھے جتنا جھوٹ بولا ہے اور جس طرح سے قرآن کو غلط طور پر اپنے مقصد کے لئے استعمال کیا ہے کسی بھی حکمران کو خوش کرنے کے لئے ایسی مثال نہیں ملتی۔

خلیفہ اور خلف کے دوسرے مشتقات کا بیان

لفظ خلف کے معنی کسی کے پیچھے آنے کے ہیں چاہے کسی کے مرنے کے بعد اس کی جگہ لے یا کسی کی غیر حاضری میں اس کی جگہ کام کرے قرآن کریم میں اس لفظ کے کل مشتقات صرف دو طرح سے آئے ہیں

نمبر 1:- لفظ خلف کے وہ مشتقات جنکا لاحقہ اور رشتہ داری "الارض" کے ساتھ ہے جیسے فی الارض خلیفہ ، خلیفۃ فی الارض ، یستخلفکم فی الارض ، خلائف فی الارض اور فی الارض یخلفون وغیرہ۔

ان تمام مقامات پر قرآن میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ یہ زمین پر کسی پہلی قوم کے عذاب سے تباہ ہونے کے بعد دوسری قوم کے آباد ہونے کے معنی میں آیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب خلافت قرآن کی نظر میں۔

نمبر 2:- جب کوئی پیغمبر اپنی غیر حاضری میں کسی کو کار ہدایت اور اپنی ذمہ داریاں سپرد کرے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون کو خلیفہ بنایا یہ قرآن میں آیا ہے کہ

وقال موسیٰ لاخیہ ہارون اخلفنی فی قومی و اصلح ولا تتبع سبیل المفسدین (الاعراف۔142)

ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ" نے (میقات پر جاتے ہوئے) اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ تم میری جگہ میری قوم میں میری نیابت کرو اور میرے جانشین کی حیثیت سے انکی اصلاح کرتے رہو اور فساد کرنے والوں کی پیروی نہ کرنا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس آیت کی تفسیر میں اس طرح لکھا ہے۔

ف 2: یعنی میری غیبت میں میرے حصہ کا کام بھی تم ہی کرو گویا حکومت و ریاست کے جو اختیارات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھے وہ ہارون علیہ السلام کو تفویض کر دیئے گئے۔ الخ

تفسیر عثمانی صفحہ 216۔

قرآن کریم میں خلف کے مشتقات میں یہ دوسرا طریقہ ہے۔ جس میں کسی پیغمبر کے اپنی غیر حاضری میں کسی کو اپنی ذمہ داریاں سپرد کرنے کا بیان ہوا ہے۔

اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے دعوت ذوالعشیرہ میں حضرت علی کے بارے میں فرمایا تھا

ان ھذا اخی و وصی و خلیفی فیکم فاسمعوا و اطیعوا

(تاریخ طبری وغیرہ)

یہ علی میرا بھائی ہے، میرا وصی ہے اور میرا خلیفہ ہے تم میں پس تم اس کی بات سننا اور اس کا حکم ماننا اور جنگ تبوک پر جاتے ہوئے خود حضرت علی سے فرمایا اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی

کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے، جو ہارون کو موسیٰ سے تھی فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی اور نبی نہیں ہوگا۔

لا نبی کہہ کر صرف نبوت کو مستثنے کیا اور بعدی کہہ کر یہ بتلایا کہ حضرت علی کی پیغمبر سے یہ نسبت پیغمبر کے بعد کے لئے بھی ہے اور ہارون کی موسیٰ سے منزلت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ" حضرت ہارون کو قوم کی اصلاح اور کار ہدایت اور اپنی تمام ذمہ داریاں سپرد کر کے گئے۔

اس سے ثابت ہوا کہ جب کوئی پیغمبر کسی کو اپنا خلیفہ یا جانشین و نائب بناتا تھا تو وہ اس کو اپنی جگہ کار ہدایت انجام دینے، لوگوں کی اصلاح کرنے اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے بناتا تھا۔

اور خدا نے جب بھی کسی کو زمین میں خلیفہ بنایا وہ پہلی قوم کو عذاب سے تباہ و برباد کر کے یا جلاوطن کر کے ان کی جگہ زمین پر آباد کر کے بنایا پس آدم نے زمین پر فرشتوں کی جگہ ہادی کی حیثیت سے چارج سنبھالا اور ان کے خلیفہ بنے اور اولاد آدم نے جنوں کے بے دخل ہونے کے بعد زمین میں ان کی جگہ آباد ہونے کی صورت میں ان کے جانشین بنے یہی انکا استخلاف فی الارض تھا اور دوسروں کا خلیفہ بنایا جاتا تھا۔ اس طرح اپنے بزرگوں کی طبعی موت کے بعد جو ان کی جگہ آباد ہوتا تھا وہ بھی ان کا جانشین یعنی خلیفہ ہی ہوتا تھا چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اور عذاب کے ذریعہ یا طبعی موت کے ذریعہ خدا بھی دوسروں کو پہلوں کا جانشین یا خلیفہ یا ان کی جگہ آباد ہونے والا بناتا تھا پس آدم علیہ السلام نے تو فرشتوں سے زمین میں کار ہدایت انجام دینے کا چارج لیا اور اولاد آدم جنوں کے زمین سے بے دخل ہونے کے بعد زمین پر آباد ہوئی اور ان کی جانشین بنی۔ لیکن قرآن یہ کہتا ہے کہ ایک دن پھر ایسا آئیگا جب تمام انسانوں کو زمین سے ختم کر دیا جائیگا اور فرشتے ان کی جگہ زمین پر آباد ہو جائیں گے۔ جیسا کہ فرمایا:

'ولو نشاء لجعلنا منکم ملائکۃفی الارض یخلفون ، وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترون بھا اتبعون ھذا صراط مستقیم' (الزخرف 61)

ترجمہ: اور اگر ہم چاہیں گے تو تمہاری جگہ تمہارے بدلے میں فرشتوں کو تمہارا جانشین و خلیفہ بنا دینگے جو زمین پر تمہاری جگہ آباد ہو جائیں گے اور بیشک یہ قیامت کی ایک نشانی ہے پس تم لوگ ہرگز اس میں شک نہ کرنا اور میری پیروی کرو یہی صراط مستقیم اور سیدھا راستہ ہے۔

پس اب تک کے بیان سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ خلف کے مادے سے جتنے مشتقات ہیں ان میں سے جن مشتقات کا لاحقہ اور رشتہ داری فی الارض کے ساتھ ہے وہ تو پہلی قوم کے عذاب سے تباہ و برباد ہونے یا حکم خدا سے موت کے آغوش میں چلے جانے کے بعد کسی دوسرے کا زمین میں ان کی جگہ ان کا جانشین بن کر آباد ہونا ہے اور جن مشتقات کا تعلق کسی پیغمبر کی طرف سے خدا کے حکم سے اپنے کار ہدایت اور دوسری ذمہ داریاں سپرد کرنے کے معنی میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنانا اور پیغمبر اکرم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ دعوت ذوالعشیرہ میں اپنے ابن عم حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنا وصی اور خلیفہ بنایا اور ان کا حکم ماننے کی سب کو تاکید کی۔

پس وہ لفظ خلیفہ و خلفا و خلائف وغیرہ جس کا لاحقہ اور رشتہ داری الارض کے ساتھ ہے اس کا معنی صرف پہلی قوم کے عذاب سے ہلاک ہونے کے بعد دوسری قوم کے ان کی جگہ آباد ہونے کے معنی میں ہے اور وہ لفظ خلیفہ جس میں کسی نبی یا رسول نے کسی کو اپنا خلیفہ بنایا اس سے مراد اس رسول کی جگہ اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے والا ہوتا ہے۔

تمام دنیائے اسلام کے علماء کو ایک کھلا چیلنج

ہم اپنی ان سطور کے ذریعہ تمام دنیائے اسلام کے علماء، دانشوروں، مفسرین، مفکرین کو چیلنج کرتے ہیں اس بات کا کہ خداوند تعالیٰ نے سالم قرآن میں کہیں بھی کسی کو بھی خلیفتی یعنی میرا خلیفہ نہیں کہا یا خلیفۃ اللہ نہیں کہا۔ حالانکہ اس نے ان مناصب کی اپنی طرف نسبت دی ہے جو فی الحقیقت اور حقیقت میں مناصب ہیں۔ جیسا کہ تمام رسولوں کو اس نے قرآن کریم میں 'رسلی' "میرے رسول" کہا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو قرآن

کریم میں محمد رسول اللہ یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں، کہا ہے بلکہ اگر کسی چیز کو اس کے نزدیک شرف حاصل ہے تو اس کو بھی اس کے شرف کی وجہ سے اپنی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ خانہ کعبہ کو قرآن کریم میں ''بیتی'' میرا گھر کہا ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی گھر نہیں ہے۔ یہ خانہ کعبہ کو اس کے شرف کی وجہ سے اپنی طرف نسبت دی ہے اور ''بیتی'' یعنی میرا گھر کہا ہے۔

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قرآن کریم میں ''ناقة الله'' یعنی اللہ کی اونٹنی کہا لیکن خلیفہ کو سالم قرآن میں خلیفتی یعنی میرا یا خلیفة الله یعنی اللہ کا خلیفہ یا ضمیر غائب کے ساتھ خلیفتہ نہیں کہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ لفظ خلیفہ جس کا لاحقہ الارض کے ساتھ ہے نہ تو وہ کوئی خدائی منصب وغیرہ ہے اور نہ ہی اس قسم کے خلیفہ کا یا خلفاء خلائف کا کوئی شرف و منزلت ہے بلکہ زمین میں پہلی قوم کے عذاب سے یا طبیعی موت سے ہلاک ہونے کے بعد جو قوم یا افراد ان کی جگہ زمین میں آباد ہوئے ہیں انکو فی الارض خلیفہ یا خلیفة فی الارض یا خلائف فی الارض یا خلفاء الارض وغیرہ کہا جاتا ہے۔

لیکن خلافت کے بارے میں ہر کسی نے اپنی مرضی سے رائے قائم کی ہے۔ جس کا بیان آگے آتا ہے۔

خلافت کے بارے میں مختلف آراء کا بیان

یہ حدیث پیغمبر اکرم صلعم متفق علیہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ فرمایا تھا کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے، لہذا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ کی وفات کے بعد انقلاب لاکر یا قہر و غلبہ کے ذریعہ یا دوسرے طریقوں

سے برسر اقتدار آنے والوں کو 1924 تک خلیفہ کہا جاتا رہا اور خلیفہ کا یہ لقب مصطفی کمال پاشا کی طرف سے سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے آخری فرمانروا کا تختہ الٹنے کے بعد ختم ہوا۔ اس طرح سینکڑوں ہی بادشاہ جو فوج کشی کر کے اور قہر و غلبہ کے ذریعہ برسر اقتدار آتے تھے وہ 1300 سال تک خلیفہ ہی کہلاتے رہے۔ لہذا عامة المسلمین میں سے اچھے بھلے دانشوروں اور سمجھدار آدمیوں نے بھی خلیفہ سے غلبہ کے ذریعہ یا دوسرے طریقوں سے برسر اقتدار آنے والے سمجھا۔ بلکہ خدا کا خلیفہ سمجھا، جیسا کہ مولانا مودودی صاحب نے اپنی کتاب ''خلافت و ملوکیت'' میں لکھا ہے کہ

''ہر وہ قوم جسے زمین کے کسی حصہ میں اقتدار حاصل ہوتا ہے دراصل وہ وہاں خدا کی خلیفہ ہوتی ہے۔

(خلافت و ملوکیت ص 34)

مولانا مودودی صاحب نے بھی اپنے پہلے سے قائم کیے ہوئے عقیدہ کی حفاظت میں مذکورہ اصول قائم کیا ہے۔ بہر حال اس لفظ خلیفہ کا سب سے پہلا استعمال قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ہوا ہے لہذا اس لفظ کے حوالے سے

☆ کسی نے کہا کہ خدا نے آدم کو اپنا خلیفہ بنایا

☆ کسی نے کہا کہ خدا نے آدم کو کسی پہلی مخلوق یا نسل کا خلیفہ بنایا

☆ کسی نے کہا کہ خلافت بہت عظیم منصب ہے جس کو دیکھ کر تمام فرشتوں کے منہ میں بھی پانی بھر آیا

☆ کسی نے کہا کہ فرشتوں کو یہ منصب و عہدہ اس لئے نہ ملا کہ فرشتے امتحان میں فیل ہو گئے

☆ کسی نے کہا منصب خلافت وہ عظیم امانت ہے جس کا بوجھ سوائے انسان کے اور

کوئی نہ اٹھا سکا

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

یعنی آسمان بھی خلافت کی امانت کا بوجھ نہ اٹھا سکا اور مجھے خلیفہ بنا دیا گیا

☆ کسی نے کہا کہ خدا نے صرف آدم ہی کو نہیں بلکہ ہر انسان کو اپنا خلیفہ بنایا۔

☆ کسی نے کہا خدا نے کسی فرد واحد کو نہیں بلکہ انسانوں کی جماعت کو اپنا خلیفہ بنایا

☆ اور مفوضہ و شیخیہ نے اس سے یہ دلیل نکالی کہ خلیفہ چونکہ نائب و جانشین کو کہتے ہیں اور محمد و آل محمد علیہم السلام خدا کے خلیفہ ہیں لہذا یہ حضرات خدا کے نائب اور جانشین کی حیثیت سے تمام کارہائے ربوبی انجام دیتے ہیں خلق یہی کرتے ہیں رزق یہی دیتے ہیں۔ مارتے یہی ہیں زندگی یہی دیتے ہیں۔ غرض سارا انظام کائنات یہی چلاتے ہیں۔

اور جس طرح اہل سنت کے دانشوراپنے پہلے سے قائم کئے ہوئے عقیدے کے مطابق خود اپنی مرضی سے خلیفہ کی صفات اور تقرر کے اصول گھڑتے ہیں۔ اسی طرح جب شیعوں میں مفوضہ اور صوفی شیعہ اور شیخی پیدا ہوئے تو انہوں نے اپنے عقیدے کے مطابق خلیفہ کے معنی اور خلیفہ کی حیثیت کا تعین کیا اور صوفی شیعوں اور شیخیوں کی تبلیغات کے نتیجہ میں بہت سے شیعہ علماء بھی انھیں کی بولی بولنے لگ گئے چونکہ ایران میں بہت سے شیعہ صوفی شیعہ ہیں اور تصوف و عرفان کا دم بھرتے ہیں لہذا استاد جعفر سبحانی نے جو یا تو ایران کے صوفی شیعوں سے تعلق رکھتے ہیں یا پھر صوفی تبلیغات کے نتیجے میں انہیں کی بولی بولنے لگ گئے۔

چنانچہ انہوں نے اپنی تفسیر موضوعی فارسی منشور جاوید قرآن میں آدم علیہ السلام کی

خلافت کا اعلان کرنے والی آیت کا عنوان ہی یہ قائم کیا ہے

''انسان خلیفہ خدا در روئے زمین''

(تفسیر موضوعی فارسی جلد چہارم صفحہ 244)

یعنی انسان روئے زمین پر خدا کا خلیفہ ہے اس کے بعد اس سے اگلے صفحہ پر اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

''در این آیہ بر خلاف آیہ قبل سخن از برتر انسان از طریق تسلط بر کل زمین و طبقات نیست بلکہ محور سخن جانشینی او از خدا در روئے زمین است او باید آنچناں موجود برتر و بالا باشد کہ بتواند جانشین و نمائندہ خدا در روئے زمین باشد خدائے کہ جامع تمام کمالات است

تفسیر موضوعی فارسی جلد چہارم صفحہ 245

ترجمہ: اس آیت میں اس سے پہلی آیت کے خلاف انسان کی کل زمین پر تسلط کے طریق سے برتری کی بات نہیں۔ بلکہ اس آیت میں محور سخن انسان کی روئے زمین پر خدا کی جانشینی ہے اسے ایسا برتر و والا موجود کی حیثیت سے ہونا چاہئے کہ وہ روئے زمین میں خدا کا جانشین اور نمائندہ کی حیثیت میں ہو۔ اس خدا کا جانشین جو تمام کمالات کا جامع ہے۔

اس کے بعد خدا کے جانشین کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مقصود از خلافت از جانب خدا این است کہ او با وجود خود وجود خدا، وصفات و کمالات خود صفات و کمالات خدا و با فعل و کار خود افعال خدا را تزئین دھد و آئنہ ایزدی گردد''

ترجمہ: خدا کی طرف سے خلافت کا یہ مقصد ہے کہ انسان اپنے وجود سے خدا کے وجود کا اور اپنے صفات و کمالات سے خدا کے صفات و کمالات کا اور اپنے فعل اور کام سے خدا کے کام کا نقش ہو اور خدا کا آئینہ ہو۔

اس کے بعد پھر اپنے اس بیان کی مزید وضاحت اس طرح کرتے ہیں کہ:

''و بدیگر سخن با کلیہ شون و خصوصیات وجودی و فعلی خویش صفات و کمالات او را نشان دھد، و یک چنیں مقام و موقعیت فقط از انسان است و بس''

(تفسیر موضوعی فارسی جلد چہارم ص 245)

ترجمہ: دوسرے الفاظ میں وہ اپنے تمام شون اور خصوصیات وجودی و فعلی میں خدا کے صفات و کمالات کا نمونہ ہو اور اس قسم کا مقام و موقعیت صرف انسان سے ہے اور بس۔

یہ سب باتیں صوفیاء کی خیال بافیاں اور گپ گزنگیں ہیں۔ جن کے لئے کوئی نص نہیں ہے ایسی باتیں یا تو کوئی صوفی کہہ سکتا ہے یا وہ شخص کہہ سکتا ہے جو صوفیوں کے رنگ میں رنگ کر انہیں کی بولی بولنے لگ گیا ہو۔

بہر حال صوفیا خلیفہ یا خلافت کو اسماء صفات الٰہیہ کا مظہر قرار دیتے ہیں اور بغیر کسی دلیل اور نص صریح کے۔ خیال بافی کرتے ہوئے اور قیاسی گھوڑے دوڑاتے ہوئے۔ گپ گزنگیں ہانکتے ہیں جسے صوفی شیعہ عرفان کا نام دیتے ہیں۔ جیسا کہ آیت اللہ خمینی نے مصباح الھدایہ میں خلافت کے بارے میں لکھا ہے کہ:

وقالت العرفاء الکاملون ان الذات الاحدیۃ تجلی بالفیض الاقدس ای الخلیفۃ الکبریٰ فی الواحدیۃ فظھر فی کسوۃ الصفات والاسماء ولیس للظاھر والمظھر اختلاف الا بالاعتبار۔

مصباح الھدایہ ص 48 مطبوعہ ایران

ترجمہ: ''اور عارفین کاملین نے فرمایا ہے ذات احدیت نے فیض اقدس کے ساتھ تجلی فرمائی یعنی حضرت واحدیت میں خلیفہ کبریٰ تجلی نما ہے اور یہ خلیفہ صفات الٰہیہ اور اسمائے خداوندی کے لباس میں ظہور پذیر ہے اور ظاہر اور مظہر میں کوئی اختلاف یا فرق نہیں ہے اگر ہے تو محض اعتباری ہے''

خلافت کے بارے میں مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب خلافت قرآن کی نظر میں اور آیت تطہیر قرآن کا درس توحید اور آدم علیہ السلام آئینہ سیرت و کردار انبیا ء وغیرہ۔

غرض اب تک کے بیان سے ثابت ہو گیا کہ ہر کسی نے خلیفہ کے معنی بھی اپنی مرضی سے کئے۔ خلیفہ کی صفات بھی اپنی مرضی سے گھڑیں اور خدا نے آدم کو کس کا خلیفہ بنایا یہ بھی ہر کسی نے اپنی مرضی سے قرار دیا۔

وہ حضرات جنہوں نے برسر اقتدار آنے والوں کے اوپر خلیفہ کا لقب چپکا دیا انہوں نے خلیفہ کا مطلب اپنے پہلے سے قائم کردہ عقیدہ کے مطابق یہ کہا کہ

''ہر وہ قوم جسے زمین کے کسی حصہ میں اقتدار حاصل ہوتا ہے دراصل وہ وہاں خدا کی خلیفہ ہوتی ہے۔

(خلافت و ملوکیت ص 34)

اور صوفی حضرات جو حلول و اتحاد اور وحدت الوجود کے قائل ہیں اور ریاضت کے ذریعہ خدا کی صفات کے دعویدار بنتے ہیں۔ انہوں نے خلیفہ یا خلافت کا وہ معنی کیا جو ہم نے تفسیر موضوعی اور مصباح الھدایہ سے اوپر نقل کیا ہے جو اپنے پہلے سے قائم کئے ہوئے عقیدہ کے مطابق صرف صوفیوں کی خیال بافیاں، قیاسی گھوڑے دوڑانا اور نری گپ گزنگیں ہیں۔ جن کے لئے کوئی نص نہیں کوئی دلیل نہیں ہے اور اس کے گھڑنے والے وہ خود ہی ہیں۔

اور یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ شیعیان حقہ جعفریہ اثناء عشریہ کے نزدیک حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور دوسرے گیارہ کے گیارہ آئمہ معصومین علیہم السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے اوصیاء اور خلفاء ہیں اور وہ خدا کے اوصیاء یا خلفاء نہیں ہیں اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے انہیں اپنے اوصیاء اور خلفاء کہا ہے خدا کے اوصیاء یا خلفاء نہیں کہا ہے کیونکہ کوئی وصی یا خلیفہ کسی کے مرنے کے یا غائب ہونے کے بعد

ہی بنتا ہے اور خدا تو نہ تو مرتا ہے اور نہ ہی غائب ہوتا ہے اگر آدم علیہ السلام یا دوسرے انبیاء و رسل اور ھادیان دین خدا کے خلیفہ ہوتے تو خدا ضرور ان کو کسی عنوان سے تو خلیفتی یعنی میرا خلیفہ کہتا یا خلیفة اللہ یعنی اللہ کا خلیفہ کہتا یا ضمیر غائب کے ساتھ خلیفتہ 'اس کا خلیفہ کہتا جیسا کہ اس نے کعبہ کو بیتی یعنی میرا گھر کہا ناقہ صالح کو ناقة اللہ یعنی اللہ کی اونٹنی کہا تمام رسولوں کو رسلی کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کو محمد رسول اللہ یعنی محمد اللہ کے رسول کہا اور نہیں کہا تو سالم قرآن میں کسی کو خلیفتی یا خلیفة اللہ یا خلیفتہ نہیں کہا۔

انبیاء ورسل اور ھادیان دین کے نزدیک سب سے زیادہ فخر کی بات خدا کا بندہ ہونا ہے

اگر خلافت کوئی عظیم منصب ہوتا جس کے لئے سارے ہی فرشتوں کے منہ میں بھی پانی بھر آیا ہو اور اگر ہر انسان خدا کا خلیفہ ہوتا۔ اور اگر انبیاء ورسل اور ہادیان دین خدا کے خلیفہ ہوتے تو ان میں سے کوئی تو فخر کے ساتھ کہتا کہ مجھے فخر ہے اس بات پر کہ میں خدا کا خلیفہ ہوں۔ ہمیں تو کوئی بھی نبی کوئی بھی رسول اور کوئی بھی امام یہ کہتے ہوئے نظر نہیں آتا کہ مجھے فخر ہے اس بات پر کہ میں خدا کا خلیفہ ہوں۔ حقیقتاً یہ تو بڑے ہی فخر کی بات تھی لیکن ہمیں تو جو بھی نبی یا رسول و امام کسی بات پر فخر کرتا ہوا نظر آتا ہے وہ اس بات پر فخر کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ وہ خدا کا بندہ ہے جیسا کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کا ارشاد گرامی ہے

۔ کفی لی عزاً ان تکون لی رباً

و کفی لی فخراً ان اکون لک عبداً

میرے عزت کے لئے تو یہی کافی ہے کہ تو میرا رب ہے اور میرے لئے فخر کی یہی بات کافی

ہے کہ میں تیرا بندہ ہوں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے لئے نماز کے تشہد میں جس بات کی گواہی دی جاتی ہے وہ ہے: 'اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں اگر خلافت کوئی سب سے بڑا الٰہی منصب ہوتا تو لازمی تھا کہ پیغمبر کے لئے اس کی گواہی دی جاتی اور یہ کہا جاتا کہ اشھد ان محمداً خلیفتہ و رسولہ ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کے خلیفہ اور اس کے رسول ہیں۔

حضرت نوح کو خدا نے عبد کہا خلیفہ نہ کہا

خداوند تعالیٰ حضرت نوح کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے

" کذبت قبلھم قوم نوح فکذبو ا عبدنا و قالوا مجنون و از دجر "

(القمر۔۹)

''ان سے پہلے نوح کی قوم نے بھی جھٹلایا تھا تو انہوں نے ہمارے بندے نوح کو جھٹلایا اور کہنے لگے یہ دیوانہ ہے اور ان کو جھڑکیاں بھی دیں''

اگر خلافت کوئی الٰہی منصب ہوتا تو لازم تھا کہ خدا اس مقام پر' فکذبوا عبدنا 'ہمارے بندے کو جھٹلایا کہنے کے بجائے یہ کہتا کہ فکذبو اخلیفتنا 'ہمارے خلیفہ کو جھٹلایا

حضرت ابراہیم کو خدا نے عبد کہا خلیفہ نہ کہا

خداوند تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ واسحٰق ' ویعقوب علیھم السلام کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے

واذکر عبادنا ابراھیم و اسحق و یعقوب اولی الاید و الابصار

(ص۔25)

اور اے رسول ہمارے بندوں ابراہیم و اسحٰق اور یعقوب کو یاد کرو، جو قوت اور بصیرت والے تھے۔

اگر خلافت کوئی خاص الٰہی منصب ہوتا اور اس نے حضرت ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ کو اپنا خلیفہ بنایا ہوتا تو لازم تھا کہ خدا اس مقام پر "واذکر عبادنا ابراھیم و اسحق و یعقوب" ہمارے بندوں ابراہم و اسحٰق و یعقوب کا ذکر کرو کہنے کی بجائے۔ واذکر خلفائنا ابراھیم و اسحق و یعقوب ' ہمارے خلفاء ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کا ذکر کرو کہتا۔ معصوم علیہ السلام سے ایک حدیث مروی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے اپنا عبد بنایا پھر اپنے عبد کو اپنا نبی بنایا۔ پھر اپنے نبی کو اپنا رسول بنایا پھر اپنے رسول کو اپنا خلیل بنایا پھر اپنے خلیل کو امامت عطا کر کے امام و ہادی خلق بنایا۔

اگر خدا نے کسی کو اپنا خلیفہ بنایا ہوتا تو لازم تھا کہ امام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرماتے کہ خدا نے سب سے پہلے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیفہ بنایا پھر نبی بنایا پھر رسول بنایا پھر خلیل بنایا پھر امام بنایا اور اگر خلافت الٰہیہ سب مناصب سے افضل و اعلیٰ ہوتی تو امام سب سے آخر میں فرماتے کہ سب سے آخر میں خدا نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا نے عبد کہا خلیفہ نہ کہا

خداوند تعالیٰ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کے بارے میں فرماتا ہے کہ:

"انھما من عبادنا المومنین" (الصفت۔123)

بیشک موسیٰ و ھارونؑ دونوں کے دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

خلفائنا کہتا یعنی وہ دونوں ہمارے خلفاء میں سے تھے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نے عبد کہا خلیفہ نہ کہا

خداوند تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے

"ان ھو الا عبداً انعمنا علیہ و جعلہ مثلالبنی اسرائیل"

(الزخرف59)

سوائے اس کے نہیں کہ وہ (عیسیٰؑ) تو ایک بندہ تھے جن پر ہم نے انعام کیا اور ان کو بنی اسرائیل کے لئے نمونہ بنایا۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ گرامی حضرت مریمؑ پر جب یہودیوں نے تہمت لگائی تو خود حضرت عیسیٰؑ سے خدا نے جواب دلوایا وہ یہ تھا کہ:

'قال انی عبداللہ اتانی الکتاب و جعلنی نبیا"

(مریم۔30)

حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں کتاب لے کر آیا ہوں اور خدا نے مجھے نبی بنایا ہے اگر خلافت کوئی منصب الٰہی ہوتا تو یہ بہترین موقع تھا کہ خدا حضرت عیسیٰؑ سے یہ جواب دلواتا کہ "انی خلیفۃ اللہ" میں اللہ کا خلیفہ ہوں تو یہودیوں پر اور بھی زیادہ دھاک بیٹھ جاتی۔

بہر حال خداوند تعالیٰ نے حضرت ذکریا علیہ السلام کو "عبدہ ذکریا" (مریم۔2) کہا خلیفتہ ذکریا نہ کہا حضرت داؤد علیہ السلام کو عبدنا داؤد' (ص۔17) کہا، خلیفتنا داؤد نہ کہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو نعم العبد' (ص۔30) کہا نعم الخلیفتی نہ کہا۔ حضرت ایوبؑ عبدنا ایوب' کہا خلیفتنا ایوب نہ کہا۔ حضرت خضرؑ کو

خلیفتنا داؤد نہ کہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو 'نعم العبد' (ص۔30) کہا 'نعم الخلیفتی' نہ کہا۔ حضرت ایوب 'عبدنا ایوب' کہا 'خلیفتنا ایوب' نہ کہا۔ حضرت خضر کو 'عبدنا من عبادنا' (الکہف۔65) کہا، 'خلیفتنا من خلفائنا' نہ کہا۔

غرض خدا نے انبیاء ورسل اور ہادیان دین کو 'رسولنا' کہا 'رسلہ' کہا 'رسلی' کہا 'رسولنا' کہا 'رسولہ' کہا۔ مگر کسی کو بھی سالم قرآن میں 'خلیفتی'، یا 'خلفائی' یا 'خلیفتنا' یا 'خلیفتہ' نہیں کہا حتیٰ کہ خانہ کعبہ کے شرف کی وجہ سے اسے 'بیتی'، میرا گھر کہا حالانکہ اس کا کوئی گھر نہیں ہوتا ناقہ صالح کو 'ناقۃ اللہ' کہا مگر سالم قرآن میں کسی کو 'خلیفۃ اللہ' نہ کہا۔

آنحضرت صلعم کو بھی خدا نے قرآن میں ہر جگہ عبد کہا خلیفہ نہ کہا

خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کو قرآن کریم میں کئی مقام پر اپنا عبد یعنی بندہ تو کہا مگر 'خلیفتی، خلیفۃ اللہ یا خلیفتہ' نہ کہا حالانکہ بہت ہی موزوں اور مناسب مواقع ایسے تھے کہ خدا انہیں 'خلیفتی' ۔میرا خلیفہ کہتا، یا 'خلیفۃ اللہ'، اللہ کا خلیفہ کہتا یا 'خلیفتہ' اس کا خلیفہ کہتا مثلاً سورہ البقرہ میں اس طرح ارشاد ہوا:

'وان کنتم فی ریب مما انزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ'

(البقرہ۔23)

اور جو کچھ ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہے تو تم بھی اس جیسی ایک ہی سورۃ بنالاؤ۔

یہ بہترین موقع تھا کہ خدا فرماتا کہ ۔'ان کنتم فی ریب مما انزلنا علی خلیفتنا' یعنی جو کچھ ہم نے اپنے خلیفہ پر نازل کیا

ہے اور سورہ انفال میں اسطرح ارشاد ہوا کہ

ان کنتم آمنتم باللہ و ما انزلنا علی عبدنا (الانفال۔41)

اگر تم اللہ پر اور جو کچھ ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے اس پر ایمان لائے ہو، یہاں پر انتہائی موزوں اور مناسب مقام تھا اور بڑی آسانی کے ساتھ کہا جا سکتا تھا کہ 'ما انزلنا علی خلیفتنا' جو کچھ ہم نے اپنے خلیفہ پر نازل کیا۔

اور سورہ بنی اسرائیل میں اسطرح ارشاد ہوا ہے

"سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصےٰ" (بنی اسرائیل۔1)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک لے گیا۔

کتنا بہترین اور کتنا مناسب موقع تھا یہ کہ خدا فرماتا 'سبحن الذی اسری بخلیفتہ' پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خلیفہ کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک سیر کرائی۔

اور سورہ النجم میں اس طرح ارشاد ہوا

فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ (النجم۔10)

یعنی شب معراج میں نے اپنے بندے کو وحی کی جو کچھ وحی کی ۔ یہ کتنا بہترین موقع اور مناسب ترین وموزوں ترین مقام تھا کہ خدا فرماتا کہ 'فاوحی الی خلیفتہ ما اوحیٰ' یعنی خدا نے اپنے خلیفہ کو وحی کی جو کچھ بھی وحی کی۔ اور سورہ الکہف میں اسطرح ارشاد ہوا ہے۔

'الحمد للہ الذی انزل علیٰ عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا'

(الکہف۔1)

حمد مخصوص اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کمی نہ رہنے دی۔

یہ بھی کتنا بہترین موقع اور مناسب ترین اور موزوں ترین مقام تھا کہ خدا یو فرماتا۔

'الحمد لله الذی انزل علیٰ خلیفته الکتاب'

حمد مخصوص اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے خلیفہ پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کمی نہ رہنے دی۔

اور سورۃ الفرقان میں اس طرح ارشاد ہوا ہے

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعالمین نذیرا

(الفرقان۔1)

''برکتوں والا ہے وہ (اللہ) جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمائی تا کہ وہ عالمین کے لئے ڈرانے والا بنے''

یہاں پر بہترین موقع اور مناسب ترین اور موزوں ترین مقام تھا کہ خدا یہ کہتا کہ:

'**تبارک الذی نزل الفرقان علی خلیفته**'

برکتوں والا ہے وہ خدا جس نے اپنے خلیفہ پر فرقان نازل فرمائی

اور سورہ الحدید میں ارشاد فرمایا

''**هو الذی ینزل علیٰ عبده آیات بینات لیخرجهم من الظلمات الیٰ النور**''

(الحدید۔9)

وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل فرماتا ہے تا کہ وہ انہیں کفر و شرک کی اندھیریوں سے ایمان کی روشنی کی طرف نکال لائے۔

یہاں پر بہترین موقع تھا اور مناسب ترین اور موزوں ترین مقام تھا کہ خدا یہ فرماتا کہ **هو الذی ینزل علیٰ خلیفته آیات بینات** ' یعنی وہی تو ہے جو اپنے خلیفہ پر آیات بینات نازل فرماتا ہے۔

حالانکہ وحی کا نزول اور آیات بینات کے نازل فرمانے کے لئے نبی پر کہتا تو ٹھیک تھا رسول پر کہتا تو ٹھیک تھا یا اپنے خلیفہ پر کہتا تو ٹھیک تھا اگر برسر اقتدار آنے والوں کو خدا کا خلیفہ کہنے والوں کے مطابق یا مفوضہ کے کہنے کے مطابق یا صوفی شیعوں کے کہنے کے مطابق یا شیخیوں کے کہنے کے مطابق انسان خدا کا خلیفہ ہوتا۔ لیکن چونکہ کوئی بھی انسان چاہے وہ نبی ہو یا رسول ہو یا امام ہو خدا کا خلیفہ نہیں بلکہ انسان کی اصل خدا کا بندہ ہونا ہے خدا کا خلیفہ ہونا نہیں ہے لہذا اس نے ہر جگہ پر ہر نبی اور ہر رسول کو اور ھادی خلق کو بندہ کہا ہے اپنا بندہ کہا ہے پس ہر انسان خدا کا بندہ ہے جیسا کہ سورہ الزمر میں ارشاد ہوا ہے۔

قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسهم لا تقنطوا من رحمت الله

(الزمر۔52)

اے رسول میرے ان بندوں سے کہہ دو کہ جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے اور ظلم کیا ہے وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔

اس سے ثابت ہوا کہ ہر انسان خدا کا بندہ ہے خدا کا خلیفہ نہیں ہے اور ہر انسان کی یہ صفت نہیں ہے کہ خدا اس پر وحی کرے کیونکہ اگر ہر انسان کی یہ صفت ہوتی کہ خدا اسے براہ راست وحی کر کے ہدایت کرے تو روز الست عالم ارواح میں انبیاء و رسل اور ھادیان دین کا اصطفےٰ یعنی انتخاب کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور اگر انبیاء و رسل اور ہادیان دین کی طرح خلافت بھی کوئی الٰہی منصب ہوتا تو کسی نبی یا رسول اور ہادیان دین میں سے کسی کو بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی۔ جب سارے ہی انسان خدا کے خلفاء ہوں تو خدا اپنے خلفاء کو براہ

راست وحی کے ذریعہ ہدایت دے سکتا تھا۔ لیکن ہر انسان خدا کا خلیفہ ہوتا تو یہ بات ہوتی۔

خلافت کی کہانی تو ایسی پراسرار طور پر آگے بڑھی ہے کہ بڑے بڑے علماء و دانشور اور مفکرین اسلام اس کے فریب میں آگئے ہیں اور دھوکہ کھا گئے ہیں

مسلمانوں میں خلافت کی کہانی کہاں سے شروع ہوئی؟

مسلمانوں میں خلافت کی کہانی کہاں سے شروع ہوئی یہ ایک سربستہ راز ہے۔ جس پر انتہائی دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد میرے بارہ خلفاء ہوں گے اور وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علیؑ کے بارے دعوت ذوالعشیرہ میں فرمایا تھا کہ یہ میرا بھائی ہے میرا وصی ہے اور میرا خلیفہ ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ گاہے بگاہے وقتاً فوقتاً اس بات کا اپنی زندگی میں اعلان فرماتے رہے جس طرح حضرت موسیٰؑ نے حضرت هارونؑ سے فرمایا تھا کہ تم میری جگہ میری نیابت کرو اور میرے جانشین اور خلیفہ بن کر لوگوں کی اصلاح کرو، علامہ شبیر احمد عثمانی کی تفسیر کے مطابق جو سابق میں درج ہو چکی اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ اپنی تمام ذمہ داریاں ہدایت سے متعلق اصلاح سے متعلق اور امور سلطنت سے متعلق اپنے بھائی هارون کو سپرد کر کے گئے تھے۔

لیکن جو بات حضرت موسیٰ کے جانشین کے ساتھ موسیٰ کی غیر حاضری میں ہوئی کہ کسی نے حضرت هارون کی بات نہ مانی اور حضرت هارون کو قتل کرنے پر تیار ہو گئے۔ جیسا کہ قرآن میں خود حضرت هارون کا قول ہے کہ ''وکادوا یقتلوننی'' وہ میرے قتل پر آمادہ ہو گئے اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے مقرر کردہ جانشین و نائب وخلیفہ کی کسی نے بات نہ مانی اور حضرت علی کے مخالف ہو گئے اور اس بات پر ڈٹ گئے کہ نبوت اور حکومت ایک ہی

خاندان میں نہ جانے دینگے۔ انہوں نے حکومت کو نبوت سے الگ سمجھا چنانچہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ساری بحث امارۃ محمد پر ہوتی رہی ملک محمد پر ہوتی رہی یا سلطان محمد پر ہوتی رہی۔ اور وہاں پر امت محمد کی ہدایت واصلاح کا کوئی ذکر ہی نہیں آیا۔ جو پیغمبر اکرم کی اہم ذمہ داریوں میں سے اہم کام تھا۔ اور جس ذمہ داری کو ان کے مقرر کردہ خلیفہ و جانشین نے ادا کرنا تھا۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت عمر کی طرف سے حضرت ابوبکر کی اچانک بیعت کر لینے کے بعد دوسروں نے بھی بیعت کر لی اور اس طرح حضرت ابوبکر اس نئی سلطنت کے پہلے سربراہ بن گئے، لیکن چونکہ اسلام سے پہلے عرب میں کوئی باقاعدہ منضبط دستوری نظام نہ تھا قبائلی سردار اپنے اپنے قبیلہ پر سرداری کرتے تھے اور وہ اپنے قبیلہ کے رئیس و سردار کہلاتے تھے لہذا اس نئی حکومت کے سربراہ مملکت کے لئے کوئی دستوری نام موجود نہیں تھا۔ نہ جمہوری نظام کی صورت میں صدارت نام کی کوئی چیز تھی۔ لہذا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی جگہ خود کو نہ تو نبی کہہ سکتے تھے نہ رسول کہہ سکتے تھے اور نہ ہی خدا کا مقرر کردہ امام و ھادی خلق کہہ سکتے تھے، کیونکہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنے نائب اپنے جانشین کو جو کار ہدایت اور امور مملکت کے لئے ان کی ذمہ داریاں ادا کرے خلیفہ کہا تھا اور بارہ کے بارہ کو اپنا خلیفہ کہا تھا یعنی ان بارہ کے بارہ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ وعلیہ وآلہ کی تمام ذمہ داریاں ادا کرنی ہیں پس یہی لفظ خلیفہ سب کے ذہنوں میں بیٹھا ہوا تھا اور حضرت ابوبکر کے ذہن میں بھی یہی لفظ تھا لہذا جب انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کو بیعت کے لئے بلانے کے واسطے اپنے غلام قنفذ کو بھیجا تو اس نے حضرت ابوبکر کا پیغام حضرت علی علیہ السلام کو اس طرح پہنچایا:

فقال ابو بکر لقنفذ و هو مولی له اذهب فادع علیاً قال فذهب قنفذ الی علی فقال ما حاجتک قال یدعوک خلیفة رسول الله قال علی لسریع ما

(کتاب الامامت والسیاست ابن قتیبہ دینوری ص 13)

ترجمہ: ''پس ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ سے کہا کہ تو جا کر علی کو میرے پاس بلا لا۔ پس قنفذ علی کے پاس گیا۔ حضرت علی نے کہا تم کس لئے آئے تو۔ قنفذ نے کہا آپ کو خلیفہ رسول اللہ بلاتے ہیں۔ علیؑ نے کہا کس قدر جلدی تم نے رسول اللہ پر افتراء باندھا ہے اور جھوٹ بولا ہے قنفذ نے واپس آ کر علیؑ کا جواب ابوبکر کو پہنچایا تو پھر ابوبکر نے دوبارہ کہا کہ تم پھر دوبارہ جاؤ اور جا کر کہو کہ آپ کو امیر المومنین بلاتے ہیں۔ الخ

اس ایشو پر بات تو اصحاب پیغمبر میں اندر خانے کافی عرصہ سے چل رہی تھی کہ نبوت اور حکومت ایک ہی خاندان میں نہیں رہنے دیں گے اور پیغمبر کے فرمان کے مطابق علی کے پاس حکومت نہیں جانے دینگے مگر قبائلی نظام چلانے والوں کے پاس ابھی تک حکومت کے سربراہ کے لئے کوئی نیا نام تجویز نہیں ہوا تھا۔ جمہوریت کا چرچا ان دنوں تھا ہی نہیں کہ سربراہ مملکت کو صدر کہتے۔ ان دنوں تو قیصر و کسریٰ ہوا کرتے تھے اور یہی بات کہہ کر تو لوگوں کو بھڑکایا گیا تھا اور اپنا ہمنوا بنایا گیا تھا کہ محمدؐ قیصر و کسریٰ کا نظام چلانا چاہتے ہیں اور حکومت کو اپنے ہی خاندان میں رکھنا چاہتے ہیں۔

خدا کی طرف سے تو انبیاء و رسل اور ہادیان دین ہی اس کے مقرر کردہ حاکم ہوا کرتے تھے اور ان ہی کی اطاعت لوگوں پر فرض تھی۔ پیغمبر کے بعد حکومت پر قبضہ کر کے بر سر اقتدار آنے والے خود کو نبی نہیں کہہ سکتے تھے نہ ہی وہ خود کو خدا کا رسول کہہ سکتے تھے نہ ہی خدا کا مقرر کردہ ھادی خلق اور امام کہہ سکتے تھے بس ایک ہی لفظ سب کے ذہن میں تھا۔ کہ پیغمبر نے فرمایا تھا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے۔ یہی حدیث پیغمبر لوگوں کے ذہنوں میں تھی۔ حالانکہ یہاں لفظ خلیفہ اپنے لغوی معنی میں تھا۔ یعنی میرا جانشین میرا نائب میری ذمہ داریاں پوری کرنے والا۔ یہ لفظ خلیفہ کسی منصب یا عہدہ کا نام نہ تھا۔ لہذا سادہ لوح

عوام کی سادگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کے ذہنوں میں جو لفظ خلیفہ بیٹھا ہوا تھا اسی کو ایک منصب کا نام دے دیا۔ اور حضرت ابوبکر نے بھی یہی سنا ہوا تھا لہذا انھوں نے بھی قنفذ کے ذریعہ حضرت علیؑ کے پاس پیغام بھیجا کہ خلیفہ رسول اللہ آپ کو بلاتے ہیں اس وقت تک خلیفۃ اللہ کا کوئی تصور نہیں تھا۔ اور جب حضرت علیؑ نے ڈنکے کی چوٹ پر فرمایا کہ'' بسریع ما کذبتم علیٰ رسول اللہ '' تم نے کتنی جلدی رسول اللہ پر جھوٹ بولا ہے' حضرت ابوبکر اتنے نا سمجھ نہیں تھے فوراً سمجھ گئے کہ کسی کا خلیفہ تو وہ ہوتا ہے جو کوئی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے خود مقرر کرے۔ لہذا حضرت ابوبکر سنبھل گئے اور پھر انھوں نے کبھی خود کو خلیفہ رسول نہیں کہا۔ بلکہ اگر کسی نے اس لقب یا خطاب سے ان کو مخاطب کر لیا تو حضرت ابوبکر نے سختی کے ساتھ منع کیا اور یہ کہا کہ مجھے خلیفہ رسول نہ کہو کیونکہ خلیفہ تو وہ ہوتا جو جانے والے کی تمام ذمہ داریاں پوری کرے۔

(ملاحظہ ہو صواعق محرقہ)

حضرت عمر کے لئے ایک مسئلہ یہ تھا کہ کسی کے بعد حکمران بننے کی صورت میں وہ حضرت ابوبکر کے تو خلیفہ بنتے تھے رسول اللہ کے خلیفہ نہیں بنتے تھے پھر قبائلی نظام حکومت میں اس قسم کی حکومت کے سربراہ کے لئے کوئی لقب تجویز نہیں ہوا تھا اور قیصر و کسریٰ کا نام لے کر تو یہ تحریک چلائی تھی کہ نبوت اور حکومت ایک خاندان میں نہیں جانے دیں گے۔

(تاریخ طبری اور الفاروق شبلی)

لہذا تاریخیں شاھد ہیں کہ حضرت عمر اس شش و پنج میں غلطاں و پیچاں رہا کرتے تھے کہ میں کیا ہوں یعنی مجھے کیا لقب اختیار کرنا چاہئے۔ دوسرے اصحاب سے پوچھا کرتے تھے کہ کیا میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ ہوں (الفاروق شبلی) بالآخر حضرت عمر نے سربراہ مملکت کی حیثیت سے اپنا لقب امیر المومنین اختیار کر لیا۔

میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ ہوں (الفاروق شبلی) بالآخر حضرت عمر نے سربراہ مملکت کی حیثیت سے اپنا لقب امیر المومنین اختیار کر لیا۔

خود حضرت ابوبکر نے بھی قنفذ سے حضرت علی کا یہ جملہ سن کر کہ "بسرع ما کذبتم علی رسول اللہ" "کتنی جلدی تم نے رسول اللہ پر جھوٹ بولا ہے" فوراً ہی اصلاح کر لی اور پھر جو قنفذ کو بھیجا تو یہ کہہ کر بھیجا کہ امیر المومنین آپ کو بلاتے ہیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تو سمجھ گئے کہ خلافت کوئی منصب نہیں ہے لہذا انھوں نے امیر المومنین کہلانا شروع کر دیا۔ مگر جب حکومت بنی امیہ کے پاس پہنچی اور پیغمبر کی طرف نسبت دے کر جھوٹی احادیث گھڑنے کا کاروبار چمک اٹھا تو خود کو خلیفہ کہلانے کے لئے حضرت ابوبکر اور حضرت کے لئے بھی خلیفہ کا لفظ کنفرم کر دیا گیا۔ اور بنی امیہ کے کارخانہ حدیث سازی میں ایسی ایسی احادیث گھڑی گئیں جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو ایک دینی رہنما اور مذہبی پیشوا کی حیثیت سے منوایا جانے لگا حالانکہ خود انہوں نے کبھی اس بات کا دعویٰ نہ کیا تھا مگر اہل سنت کے معروف عالم ابوالحسن مدائنی کی کتاب الاحداث کے مطابق معاویہ کے حکم سے وہ تمام القاب و خطابات جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علی کو عطا فرمائے تھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے منسوب کر دیئے گئے یہاں تک کہ یہ حدیث بھی گھڑ کر شائع کی گئی کہ پیغمبر نے حضرت عمر کے بارے میں فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا حالانکہ اگر یہ بات پیغمبر نے کہی ہوتی تو سقیفہ بنی ساعدہ میں بہترین موقع تھا کہ یہ حدیث پیش کی جاتی اور اس حدیث کی رو سے حضرت ابوبکر کی بجائے حضرت عمر کو پہلا خلیفہ بنایا جاتا مگر تمام تاریخیں گواہ ہیں کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں پیغمبر کی نبوت کی جانشینی اور پیغمبر کی جگہ کار ہدایت انجام دینے اور آنحضرت کی ذمہ داریاں بجالانے کی کوئی بات نہیں تھی سارا قصہ حکومت کا تھا امارۃ محمد کا تھا ملک محمد کا تھا سلطان محمد کا تھا یہی الفاظ تھے جو سقیفہ بنی ساعدہ

میں استعمال ہوئے بہر حال نہ تو حضرت ابوبکر نے نہ ہی حضرت عمر نے سقیفہ بنی ساعدہ میں ایسا دعویٰ کیا اور نہ ہی بعد میں برسر اقتدار آنے کے بعد بھی اس قسم کا دعویٰ کیا۔ مگر بنی امیہ کے حکمرانوں نے حدیثیں گھڑ گھڑ کر ایسی شہرت دی کہ آج تمام طرفداران حکومت ان کو ایک مذہبی پیشوا اور دینی رہنما کی حیثیت سے مانتے ہیں اور مذہبی پیشوا ور دینی رہنما کی حیثیت سے پیغمبر سے بھی برتر سمجھتے ہیں اگر ایک بات پیغمبر نے کہی اور دوسری بات حضرت عمر نے کہی ہو تو ان کے ماننے والے حضرت عمر کی بات کو صحیح قرار دیتے ہیں اور آنحضرت صلعم کی بات کو جھٹلاتے ہیں اور غلط قرار دیتے ہیں۔

بہر حال خلیفہ کا لفظ بادشاہوں کے لئے بنی امیہ کے حکمرانوں نے کنفرم کیا اور اس طرح وہ سب کے سب پکے پکے خلیفہ رسول بن گئے۔ حتیٰ کہ یزید اور مروان بن الحکم کی اولاد بھی خلیفہ رسول بن گئی۔

اس سے عالم اسلام میں ایک زلزلہ سا تو آیا کہ یہ کیا ہو گیا۔ مگر جب تک بارہ کی تعداد تک بادشاہوں کا سلسلہ نہ پہنچا تو سب کے سب خاموش رہے اور یہی سمجھتے رہے کہ یہ سب کے سب خلیفہ رسول ہیں۔ مگر جب بارہ سے آگے بادشاہوں کا سلسلہ چلتے دیکھا تو پیغمبر کی طرف نسبت دے کر یہ حدیث گھڑی گئی کہ خلافت راشدہ یعنی پہلے چار خلفاء تک خلافت ہوگی اس کے بعد کٹ کھنی بادشاہت ہوگی۔

حالانکہ پیغمبر کا مفہوم ہرگز یہ نہیں تھا کہ میرے چار جانشین تو نیک۔ ہدایت یافتہ اور راشد ہوں گے اور باقی کے برے، گمراہ اور غیر راشد ہوں گے۔ کیونکہ پیغمبر نے تو ان بارہ جانشینوں کا اعلان کیا تھا جو پیغمبر کی جگہ ان کی ذمہ داریاں پوری کرینگے اور لوگوں کو پیغمبر کی جگہ ان کی نیابت میں لوگوں کو ہدایت کرینگے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے ان سب کو اوصیائی کہا اور خلفائی کہا ہے اور معصوم کہا ہے اور یہ تک کہا ہے کہ ان کا پہلا علی اور آخری مہدی

ہوگا اور یہ اوصیاء وخلفاء پیغمبر کی پیش گوئی کے مطابق بارہ ہی ہوئے نہ ایک کم نہ ایک زیادہ۔

بہر حال جب تک حکومت بنی امیہ اور بنی عباس کے پاس رہی تو پیغمبر کی اس بات پر مکمل خاموشی رہی کہ وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے اور کسی نے اس سلسلے میں کوئی بات نہ نکالی حتیٰ کہ کسی نے حضرت عمر کی اس بات پر بھی کوئی اعتراض نہ کیا کہ جو انہوں نے دم آخر فرمایا تھا کہ اگر ابو عبیدہ بن الجراح زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بناتا یا معاذ ابن جبل زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بناتا یا حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بناتا۔ (طبری وغیرہ)

حالانکہ معاذ ابن جبل انصار کے قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے اور سالم مولیٰ حذیفہ یعنی حذیفہ کے آزاد کردہ غلام بھی قریش سے نہ تھے۔ حالانکہ پیغمبر نے تو یہ فرمایا تھا کہ میرے وہ جانشین سب کے سب قریش سے ہوں گے، اس وقت سارے ہی حاضرین کا خاموش رہنا دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو جن کے سامنے حضرت عمر نے یہ کہا تھا کہ وہ سب کے سب جانتے تھے کہ یہ پانچوں حضرات یعنی حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور حضرت معاذ ابن جبل اور سالم مولی حذیفہ وہ ہیں جنہوں نے مکہ میں حج آخر کے موقع پر یہ راز فاش ہو جانے کے بعد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ حضرت علی کو اپنا خلیفہ بنانے کا اعلان کرنے والے ہیں خانہ کعبہ میں بیٹھ کر یہ معاہدہ کیا تھا کہ ہم نبوت اور حکومت کو ایک ہی خاندان میں نہ جانے دینگے اور پھر سرداران قریش کو یہ کہہ کہ بھڑکایا تھا اور اپنا طرفدار بنایا تھا کہ محمد قیصر و کسریٰ کا نظام چلانا چاہتے ہیں۔

(کتاب سلیم بن قیس ہلالی۔ وطبری)

یا پھر حضرت عمر کے طرفداروں کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے اور عقل پر پردے پڑے ہوئے ہیں لہذا کسی نے نہ کہا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے تو یہ فرمایا تھا کہ

وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے آپ معاذ ابن جبل انصاری اور سالم مولیٰ حذیفہ کو کیسے خلیفہ بنا سکتے ہیں یا آپ کو کیا اختیار ہے کہ کسی کو خلیفہ بنائیں بہر حال بنی امیہ والے اور بنی عباس والے چونکہ قریش سے تھے لہذا کسی کے یہ نکتہ سمجھ میں نہ آیا لیکن جب بنی عباس کی سلطنت کا منگولوں نے خاتمہ کر دیا اور بنی عباس کے بعد سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے نام سے حکومت کرنے لگے۔ تو چونکہ وہ قریش سے نہ تھے لہذا ایک ہزار سال کے بعد ابن خلدون کے دماغ میں یہ بات آئی اور مولانا مودودی صاحب نے بھی اس کی اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں تائید کی اور یہ کہا کہ قریش میں خلافت کا ہونا کوئی مشروع بات نہیں تھی۔ اس وقت حالات ہی کچھ ایسے تھے کہ قریش کہ خلفاء ہی برسر اقتدار آ سکتے تھے۔ اگر یہ بات مشروع ہوتی تو حضرت عمر ہرگز یہ نہ کہتے کہ اگر معاذ ابن جبل انصاری جو قبیلہ بنی اوس سے تھے زندہ ہوتے تو میں انھیں خلیفہ بناتا یا حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم کو اپنا خلیفہ بناتا حالانکہ علامہ شبلی نے اس حدیث کو میرے بعد میرے بارہ خلیفہ ہوں گے پیغمبر کی پیش گوئیوں میں شمار کیا ہے اور حتماً ویقیناً پیغمبر کی یہ پیش گوئی من وعن پوری ہوئی یعنی پیغمبر کی حدیث کا اصل مدعا یہ تھا کہ وہ صرف بارہ ہوں گے نہ ایک کم ہوگا نہ ایک زیادہ ہوگا نہ 4 ہوں گے نہ 28 ہوں گے نہ 37 ہوں گے اور اس بات کا مطلب کہ وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے یہ تھا کہ ان میں سے کوئی غیر قریش سے نہیں ہوگا حضرت عمر کی طرفداری کرنے والوں کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی اور عقل پر پردے پڑے ہوئے اس لئے دکھائی دیتے ہیں کہ حضرت عمر کے زمانے میں کوئی حالات نہ بدلے تھے ان کے بعد بنی امیہ سب کے سب قریش سے تھے اور بنی عباس کے 37 بادشاہ بھی قریش سے تھے اس وقت تو اس بات کا کوئی گمان ہی نہیں تھا البتہ جب ترکیہ میں منگولوں کی حکومت قائم ہوگئی تو ابن خلدون اور مولانا مودودی جیسے مورخین اور مفکرین کے لئے نکتہ ہاتھ آ گیا اور پیغمبر کی پیشن گوئی پر

حضرت عمر کی بات کو فوقیت دی گئی اور ہر بات کی طرح یہاں بھی حضرت عمر کے پیغمبر کی مخالفت کرنے پر حضرت عمر کی بات کو صحیح قرار دیا گیا اور پیغمبر کی بات کو یا تو غلط قرار دیا گیا یا اس کی تاویل کی گئی۔

حالانکہ علامہ شبلی نعمانی نے اس کو پیغمبر کی پیش گوئیوں میں شمار کیا ہے اور کسی نبی یا رسول یا الہی نمائندہ ہونے کے مدعی ہادی دین کی پیش گوئی اگر من و عن پوری نہ ہو تو اس نبی یا رسول کی نبوت و رسالت کے حق ہونے اور سچا ہونے پر حرف آتا ہے۔ حضرت عمر کی ناجائز طرفداری کرنے والے حضرت عمر کی پیغمبر کی مخالفت کی صحیح وجوہات پر غور نہیں کرتے البتہ پیغمبر کو جھوٹا ماننے کے لیے تیار ہو سکتے ہیں۔

لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ پیغمبر کے یہ سارے جانشین و خلفاء اور اوصیاء راشد اور ہدایت یافتہ اور معصوم تھے یہ سب کے سب قریش کے اشرف ترین و افضل ترین قبیلہ بنی ہاشم سے ہوئے۔ اور بارہ ہی ہوئے نہ ایک کم ہوا نہ ایک زیادہ ہوا۔ لیکن جس طرح حضرت موسیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ حضرت ہارون علیہ السلام کے ساری امت مخالف ہوگئی اور سامری نے سب کو اپنے پیچھے لگا لیا۔ اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہدایت یافتہ راشد و معصوم خلفاء کو امت کی اکثریت نے نہ مانا اور " منکم من یرید الدنیا و منکم یرید الاخرہ " "تم میں سے کچھ تو دنیا کے طالب ہیں اور کچھ آخرت کے طلبگار ہیں۔ دنیا کے چاہنے والے تو دنیاوی حکومت کے پیچھے لگ گئے، اور پھر جو حشر ہونا تھا پیغمبر کے خاندان سے حکومت کے نکلنے کا وہی ہوا۔ لیکن 'منکم من یرید لاخرہ' تم میں سے کچھ آخرت کے طلبگار ہیں کے مطابق وہ لوگ جو آخرت کے طلبگار تھے، چاہے وہ جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم کا کتنا ہی قلیل گروہ کیوں نہ ہو۔ انہوں نے پیغمبر کے ارشاد کے مطابق پیغمبر کے انہیں خلفاء اور ہادیان خلق اور آئمہ حق کو اپنا ہادی و

رہنما و پیشوا مانا اور صرف انہیں کی اطاعت کو فرض عین جانا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی تعلیم و تربیت کا یہ اثر ہوا کہ حضرت موسیٰ کی امت کی طرح ساری کی ساری امت محمدیہ ہی دنیا کے پیچھے نہیں لگی اور انہوں نے خدا کے مقرر کردہ ہادیان دین اور آئمہ طاہرین کی اطاعت و پیروی کو ہی واجب اور فرض عین جانا۔

خلافت کے بدلتے ہوئے اصول وصفات

تاریخ کا کوئی بھی طالب علم اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ تاریخ میں بنی امیہ اور بنی عباس کے بادشاہ اور سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے فرمانروا 1924 تک اپنے آپ کو خلیفہ ہی کہلواتے رہے اور مسلمان علماء، دانشور اور مجتہدین حکومت ان بادشاہوں کو خلیفہ اور ظل سبحانی ہی کہتے رہے۔ لہذا ان تیرہ سو سال کے عرصہ میں مسلمانوں کی جتنی بھی نسلیں گزریں ان کے ذہنوں میں یہ بات پختہ ہوگئی اور خوب اچھی طرح بیٹھ گئی کہ خلیفہ کے معنی حاکم و فرمانروا اور بادشاہ کے ہیں۔ یہاں تک کہ 1924 میں مصطفے کمال پاشا نے سلطنت عثمانیہ ترکیہ کا تختہ الٹ دیا اور خلافت کا خاتمہ کر کے خود ترکی کے صدر بن گئے۔

اس موقع پر ایک لطیفہ ہوا۔ اور وہ یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلم رہنما تحریک خلافت چلا رہے تھے جن میں مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی پیش پیش تھے اور جلسوں اور جلوسوں میں خصوصیت کے ساتھ یہ شعر پڑھا جاتا تھا کہ:

بولی اماں محمد علی کی، جان بیٹا خلافت پے دیدو

وہ مصطفیٰ کمال پاشا کی طرف سے خلافت کے ادارہ کو ختم کرنے پر بڑے پریشان ہوئے۔ اور انہوں نے ایک وفد ترکی بھیج کر مصطفیٰ کمال پاشا سے یہ استدعا کی کہ وہ خلافت کے

ادارے کو ختم نہ کریں اور خود اپنی خلافت کا اعلان کر کے خود خلیفہ بن جائیں۔ ہم آپ کو خلیفہ مان لیں گے۔ لیکن مصطفی کمال پاشا نے جواب دیا کہ جس وقت خلیفہ کا لفظ حکمرانوں کے لئے استعمال کیا گیا اس وقت اس کی ضرورت تھی، اب اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لہذا ہندوستان کے مسلم رہنماؤں کا وفد اپنا سا منہ لے کر واپس آ گیا اور تحریک خلافت ختم ہو گئی۔ حالانکہ سب ہی برسر اقتدار آنے والے اسی طرح سے برسر اقتدار آئے تھے اور خود کو خلیفہ کہلاتے رہے تھے۔ مگر مصطفی کمال پاشا نے جو یہ کہا کہ اس وقت برسر اقتدار آنے والوں کے لئے خلیفہ کہلانے کی ضرورت تھی اب اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب اس وقت ضرورت کیوں نہیں؟ اور پیغمبر کے بعد برسر اقتدار آنے والوں کو اس کی کیا ضرورت تھی؟ کہ انہیں خلیفہ کہا جائے اس میں ایک نکتہ اور راز کی بات ہے اور وہ نکتہ اور راز کی بات یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنے بعد کار ہدایت انجام دینے اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے والے کی حیثیت سے لغوی معنی میں خلیفہ یعنی اپنا جانشین کہا تھا۔ چونکہ پیغمبر کے بعد برسر اقتدار آنے والے پیغمبر اکرم کے مقرر کردہ خلیفہ و جانشین حقیقی کی حکومت کے خلاف انقلاب برپا کر کے برسر اقتدار آئے تھے اور لوگوں کے ذہنوں میں یہ لفظ خلیفہ بیٹھا ہوا تھا لہذا ان کو اس لفظ کے استعمال کرنے کی ضرورت تھی جو پیغمبر نے اپنے حقیقی جانشین کے لیے استعمال کیا تھا لہذا پیغمبر کے بعد برسر اقتدار آنے والوں نے اس لفظ کو حکمران و فرمانروا اور سربراہ مملکت کے معنی میں استعمال کرنا شروع کر دیا اور پھر سارے ہی بادشاہ تیرہ سو (1300) سال تک خلیفہ کہلاتے رہے یہاں تک کہ یزید جیسے حکمران بھی خلیفہ ہی کہلائے۔ لیکن 1924 میں مصطفی کمال پاشا کو انقلاب برپا کرنے کے بعد اس قسم کا لفظ استعمال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی

خلافت کے ادارے کو ختم کرنے کے بعد سیاست کے میدان میں مغرب کی

ثقافت کی یلغار نے مسلمانوں کی پہلی حکومت کے طرفدار علماء دانشوروں اور مفکرین کو جو تیرہ سو (1300) سال تک بادشاہوں کو خلیفہ ہی کہتے رہے تھے اور انہیں قرآن کا اولی الامر قرار دے کر ان کی اطاعت کو واجب اور فرض عین کہا کرتے تھے مجبور کر دیا کہ وہ مغرب کے جمہوری نظام اور جمہوریت کے مقابلہ میں سرخروئی حاصل کرنے کے لئے یہ کہیں کہ اسلام میں بادشاہت نہیں ہے۔ بلکہ قرآن اور اسلام جمہوریت کا داعی ہے۔

اگرچہ پیغمبر کے بعد جو حکومت قائم ہوئی تھی اس کے لئے خود حضرت عمر نے "فلتة" کا لفظ استعمال کیا تھا۔ یعنی بغیر کسی مشورے کے یہ کام ہوا ہے اور یہ کہا تھا کہ اسے آئندہ کے لئے نظیر نہیں بنایا جا سکتا۔ (بخاری وغیرہ)

اور حضرت عمر کو اس سربراہ مملکت نے وصیت کر کے خلیفہ بنایا تھا جو خود "فلتة" برسر اقتدار آیا تھا مگر پیغمبر کے بعد قائم ہونے والی حکومت کے طرفداروں نے مسلمانوں کی قائم شدہ حکومت کے ان ابتدائی حکمرانوں کی حکومت کو بھی جمہوری اور شورائی کہنا شروع کر دیا، حالانکہ نہ وہ جمہوری تھی نہ ہی شورائی، اور اگر حاکم وقت کا لوگوں سے مشورہ کرنا شوریٰ یا جمہوریت ہو تو پھر کوئی بھی حاکم یا بادشاہ ایسا نہیں ہوا جو اپنے مشیروں سے مشورہ نہ کرتا ہو خواہ وہ کتنا ہی مطلق العنان اور ڈکٹیٹر کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن میں ملکہ سبا کے اپنے اعیان سلطنت سے مشورہ کرنے کا واضح طور پر ذکر موجود ہے اور تاریخ ہند میں اکبر کے نورتن مشہور ہیں جن سے وہ مشورہ لیا کرتا تھا۔

بہر حال مغرب کی ثقافت کی یلغار کے بعد تیرہ سو سال تک بادشاہوں کو خلیفہ اولی الامر، ظل اللہ اور ظل سبحانی کہنے والوں نے قرآن سے جمہوریت کے شواہد تلاش کرنے شروع کر دیئے۔ اور جمہوریت کو عین اسلام ثابت کرنے کے لئے قرآن کی آیات کو اپنے مطلب کے سانچے میں ڈھالنا شروع کر دیا، اور اس طرح سے ہر انسان کو خدا کا نائب

مجموعی حیثیت سے زمین پر اپنا نائب بنایا ہے"

(جواہر اسلام مرتبہ شیخ محمد اقبال ص 293)

پھر اس کے بعد اس طرح لکھا ہے

خلافت کا حق پوری ملت کو عطا ہوتا ہے ملت کے سب افراد نظم و نسق میں حصہ دار ہوتے ہیں وہ باہم مشورہ کر کے اپنی رضا سے کچھ اختیارات ایک دیندار اور اہل شخص کو سونپ کر اسے رئیس اعلیٰ مان لیتے ہیں۔ یہ شخص اصطلاحاً خلیفہ کہلاتا ہے۔

(جواہر اسلام مرتبہ شیخ محمد اقبال ص 294)

یعنی مسلمان بزرگ علماء اور دانشور 1924 تک تو بادشاہوں کو خلیفہ، قرآن کا وہ اولی الامر جس کی خدا نے اطاعت فرض کی ہے اور ظل اللہ اور ظل سبحانی کہتے رہے لیکن 1924 میں خلافت کے خاتمہ کے بعد جب مغرب کی جمہوریت کی یلغار ہوئی تو مسلمان علماء اور دانشور بادشاہت کو خلاف اسلام کہنے لگے اور جمہوریت کو عین اسلام قرار دینے لگے اور پھر قرآن کریم کی آیات کو اپنے اس نئے نظریہ جمہوریت پر چپکانے لگے اور یہ سب کے سب ہی اپنے مطلب کے لئے قرآن سے سند لانے لگے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر

تاویل سے قرآن کو بنا دیتے ہیں پاژند

ایسا کیوں ہوا؟ ایسا اس وجہ سے ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی خود کو قرآن کا شاگرد نہیں بنایا بلکہ خود کو قرآن کا استاد بنانے کی کوشش کی، خود کو قرآن کے ماتحت نہیں بنایا۔ بلکہ خود قرآن کو اپنا ماتحت بنانے کی کوشش کی۔ خود کو اس بات پر آمادہ نہیں کیا کہ سالم قرآن سے غیر جانبدارانہ اور ایماندارانہ طور پر فیصلہ لے کر اس کو تسلیم کریں بلکہ جو کچھ تسلیم کر لیا تھا اسی پر قرآن کی آیات کو غلط طور پر چپکانے کی کوشش کی چنانچہ جب مسلمانوں کی پہلی اور

دوسری حکومت پر نظر پڑی اور کوئی اصول نظر نہیں آیا تو یہ کہا کہ اہل حل و عقد میں سے کسی ایک آدمی کا کسی کو خلیفہ بنا دینا کافی ہے جیسا کہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کو بنایا

(شرح مواقف ص 252)

حالانکہ خود حضرت عمر نے ڈنکے کی چوٹ پر بر سر منبر یہ کہا تھا کہ ابو بکر کی بیعت "فلتة" تھی اب اس طریقہ کو آئندہ کے لیے نظیر نہیں بنایا جا سکتا

(بخاری)

لیکن خود حضرت ابو بکر کی وصیت کے ذریعہ خلیفہ بنانے سے خلیفہ بن گئے اور جب یہ دیکھا کہ ایک آدمی فوج لے کر چڑھ دوڑا اور دوسرے کو مغلوب کر لیا تو اسی کو خلیفہ کہنے لگ گئے اور تیرہ سو سال تک بادشاہوں کو خلیفہ اور ظل اللہ اور ظل سبحانی کہا جاتا رہا اور انہیں قرآن کا وہ اولی الامر کہا گیا جس کی خدا نے اطاعت فرض کی ہے۔

اور جب مصطفےٰ کمال پاشا نے خلافت عثمانیہ کا تختہ الٹ دیا اور مغرب کی یلغار سے جمہوریت کا چرچا ہونے لگا تو یہ کہنا شروع کر دیا اسلام میں بادشاہت نہیں ہے۔ بلکہ اسلام میں جمہوریت ہے اور پھر ہر انسان کو خدا کا خلیفہ قرار دے کر جمہوریت کی یہ صورت نکالی کہ سارے خلیفہ مل کر اپنا حق خلافت کسی ایک نیک آدمی کے سپرد کر کے اس کو رئیس بنا دیتے ہیں یہ شخص اصطلاح میں خلیفہ کہلاتا ہے اور ان سب نظریات پر قرآن کی آیات کو ہی چپکایا جاتا ہے چنانچہ مولانا مودودی نے یہ ثابت کرنے کے لئے بھی کہ "ہر وہ قوم جسے زمین کے کسی حصہ میں اقتدار حاصل ہوتا ہے در اصل وہاں خدا کی خلیفہ ہوتی ہے" ان قرآنی آیات کو ہی چپکایا ہے جو اس مطلب کے لئے نہیں ہیں۔ اس سے زیادہ واضح طور پر اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد قائم ہونے والی حکومت کے طرفداروں کے نزدیک "خلافت" حکومت و اقتدار کا نام ہے اور خلیفہ حکمران و فرمانروا اور بادشاہ کو کہتے ہیں۔

لیکن مفوضہ نے خلیفہ کا مطلب اپنے عقیدے کے مطابق لیا ہے۔ چونکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا نے صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اور حضرت علی کو خلق فرمایا۔ اور ان دونوں کو خلق کرنے کے بعد اور کچھ نہیں کیا۔ ان کے خلق ہونے کے بعد جو کچھ کیا وہ ان حضرات نے کیا۔ لہذا مفوضہ نے اپنی دلائل میں ایک دلیل خلیفہ کو بھی بنایا اور یہ کہا کہ خلیفہ چونکہ نائب و جانشین کو کہتے ہیں اور یہ دونوں حضرات خدا کے خلیفہ ہیں، لہذا یہ حضرات ہی خدا کی بجائے سارا نظام کائنات چلاتے ہیں خلق بھی کرتے ہیں رزق بھی دیتے ہیں موت بھی دیتے ہیں زندگی بھی دیتے ہیں غرض زمین و آسمان اور ساری کائنات کے خالق یہی ہیں۔ حالانکہ خدا نے سالم قرآن میں جس طرح کسی کو خلیفتی یعنی میرا خلیفہ یا خلیفة الله یعنی اللہ کا خلیفہ یا خلیفته نہیں کہا۔ اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کو بھی اور حضرت علی علیہ السلام کو بھی سالم قرآن میں بسم اللہ کی ب سے لیکر والناس کے سین تک کہیں بھی خلیفتی یا خلیفة الله نہیں کہا بعبدہ کہا عبدنا کہا رسلی کہا اور رسول الله کہا۔ مگر خلیفتی یا خلیفة الله یا خلیفته نہیں کہا۔

پھر مذہب شیخیہ والے جو دراصل بنیادی طور پر مفوضہ ہی ہیں چونکہ وہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کو خالق و رازق و محی و ممیت اور سارے جہان کا نظام چلانے والا مانتے ہیں لہذا انھوں نے بھی خلیفہ کے یہی معنی مراد لئے ہیں اس فرق کے ساتھ کہ مفوضہ صرف محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ اور علی مرتضی علیہ السلام کو اس معنی میں مراد لیتے ہیں اور مذہب شیخیہ چہاردہ معصومین تک پہنچے ہیں۔ مگر صوفی شیعہ چونکہ صوفیوں کے حلول واتحاد سے بڑھ کر وحدت الوجود کے قائل ہو گئے ہیں اور وحدت الوجود کے بانی محی الدین ابن عربی کی پیروی پر فخر کرتے ہیں اور ایران میں بہت سے شیعہ صوفی شیعہ ہیں اور ایران میں صوفی شیعہ کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں ان میں علماء بھی ہیں فقہا بھی ہیں حجتہ الاسلام بھی ہیں مجتہد بھی

ہیں اور آیت اللہ بھی ہیں اور ہمارا چیلنج ہے یہ کہ کسی کا مفوضہ ہونا، یا کسی کا شیخی ہونا یا کسی کا صوفی شیعہ ہونا اس کے عالم ہونے میں یا فقیہہ ہونے میں یا آیت اللہ ہونے میں مانع نہیں ہے تو سارے دنیا جہان کے شیعہ مل کر بھی اس میں کوئی مانع تلاش نہ کر سکیں گے۔ چونکہ صوفی شیعہ سنی صوفیوں کے حلول واتحاد سے بڑھ کر وحدت الوجودی سنیوں کی طرح وحدت الوجود کے قائل ہو گئے ہیں لہذا صوفی شیعوں نے بھی بلا کسی نص اور دلیل کے ہر انسان کو خدا کا خلیفہ قرار دے لیا ہے چنانچہ استاد جعفر سبحانی نے اپنی تفسیر موضوعی میں آدم علیہ السلام کی خلافت ارضی کا اعلان کرنے والی آیت کا عنوان ہی یہ قائم کیا ہے کہ

''انسان روئے زمین میں خدا کا خلیفہ ہے''

اصل عبارت اور حوالہ جات سابق میں درج ہو چکے ہیں یہاں پر ان کی عبارتوں کا ترجمہ مقام کی مناسبت سے دوبارہ درج کیا جاتا ہے

اس کے بعد لکھتے ہیں

اس آیت میں محور سخن انسان کی روئے زمین پر خدا کی جانشینی ہے، اسے ایسا برتر و والا موجود کی حیثیت سے ہونا چاہئے کہ وہ روئے زمین میں خدا کا جانشین اور نمائندہ کی حیثیت میں ہو اور خدا کا جانشین جو تمام کمالات کا جامع ہو۔

اس کے بعد خدا کے خلیفہ و جانشین کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

خدا کی طرف سے خلافت کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے وجود سے خدا کے وجود کا اور اپنے صفات وکمالات سے خدا کی صفات وکمالات کا اور اپنے فعل اور کام سے خدا کے کاموں کا نقش اور آئینہ ہو اس کے بعد پھر اپنے اس بیان کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں وہ اپنے تمام شئون اور خصوصیات وجودی و فعلی میں خدا کے صفات و کمالات کا نمونہ ہو اور اس قسم کا مقام و موقعیت صرف انسان سے ہے اور بس۔

یہ سب باتیں صوفیاء کی خیال بافیاں ہیں اور قیاسی گھوڑے دوڑانا ہے اور نری گز نگیں ہیں جن کے لئے کوئی نص نہیں۔

البتہ جس طرح پیغمبر کے بعد برسر اقتدار آنے والوں کے طرفدار قرآنی آیات کو اپنے مطلب پر چپکاتے ہیں اسی طرح مفوضہ ہوں یا شیخی ہوں یا صوفی شیعہ ہوں اپنے مطلب پر وہ بھی قرآنی آیات کو غلط طور پر چپکاتے ہیں۔

بہر حال صوفی شیعہ خلیفہ یا خلافت کو اسماء وصفات الٰہیہ کا مظہر قرار دیتے ہیں اور بغیر کسی دلیل اور نص صریح کے صوفیانہ انداز میں خیال بافی کرتے ہیں اور قیاسی گھوڑے دوڑاتے ہیں جسے صوفی شیعہ عرفان کا نام دیتے ہیں خلافت کا مفہوم بیان کرتے ہیں جیسا کہ آیت اللہ خمینی نے مصباح الھدایہ میں خلافت کے بارے میں عرفائے کاملین کی طرف نسبت دے کر فرمایا کہ

"ذات احدیت نے فیض اقدس کے ساتھ تجلی فرمائی یعنی حضرت واحدیت میں خلیفۃ الکبریٰ تجلی نما ہے اور یہ خلیفہ صفات الٰہیہ اور اسمائے خداوندی کے لباس میں ظہور پذیر ہے اور ظاہر اور مظہر میں کوئی اختلاف یا فرق نہیں ہے اگر ہے تو محض اعتباری ہے۔

'اصل عبارت اور حوالہ سابق صفحات میں ملاحظہ کریں اور ظاہر اور مظہر میں کوئی اختلاف یا فرق نہیں ہے اگر ہے تو محض اعتباری ہے یہ وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنے والے صوفیوں کا عقیدہ ہے خواہ وہ سنی صوفی ہو یا شیعہ صوفی ہو اور محض اعتباری ہونے کی مثال وہ کوزہ اور گل کوزہ سے دیتے ، یا دریا اور موج دریا سے دیتے ہیں یعنی کوزہ یا پیالہ میں ، اور اصل مٹی میں ، جس سے وہ کوزہ بنا ہے کوئی فرق نہیں ۔کوزہ بھی دراصل مٹی ہی ہے۔ بس اس نے ایک دوسری شکل اختیار کرلی ہے اس اعتبار سے فرق ہے ورنہ وہ کوزہ بھی اصلاً مٹی ہی ہے۔

اسی طرح دریا اور موج دریا کی حقیقت ہے کہ موج دریا سے علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے موج دریا اصل میں دریا ہی ہے فرق صرف اعتباری ہے یعنی اس دریا نے موج کی شکل اختیار کرلی ہے اس اعتبار سے فرق ہے اور ظاہر اور مظہر میں کوئی فرق نہیں ہے اگر ہے تو محض اعتباری ہے یہ بات آیت اللہ خمینی کی اکثر کتابوں میں موجود ہے جس میں سے مصباح الھدایہ کا حوالہ اوپر آچکا ہے۔

اس طرح حلول واتحاد اور وصال کے قائل صوفیوں کا حال ہے حلول واتحاد کے قائل صوفی جو اس بات کے قائل ہیں کہ خدا ان کے پیروں کے اندر حلول کر جاتا ہے یا ان کے ساتھ مل کر متحد ہو جاتا ہے وہ لوہے اور آگ یا کوئلہ اور آگ کی مثال دیتے ہیں یعنی جس طرح لوہا آگ کے ساتھ مل کر آگ ہو جاتا ہے اور لوہے کی خنکی اور سیاہی حرات اور سرخی میں بدل جاتی ہے اور لوہا وہی کام کرنے لگتا ہے جو آگ کرتی ہے اس طرح ان کا پیر خدا کے ساتھ متحد ہو کر وہی کام کرنے لگتا ہے جو خدا کرتا ہے۔ یہ اتحادی صوفیوں کی دلیل ہے وصال کے قائل صوفی قطرے اور سمندر کی مثال دیتے ہیں یعنی جس طرح قطرہ سمندر میں مل کر سمندر کا حصہ بن جاتا ہے اسی طرح ان کا پیر خدا کے اندر فنا ہو کر خدا بن جاتا ہے اسے وہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

وحدت الوجودی ہوں یا اتحاد ووصال کے قائل صوفی ان سب کی دلائل اور مثالوں کا رد خدا نے ایک ہی آیت میں کردیا ہے کہ :

لا تضربوا للہ الامثال   النحل۔74

اور اللہ کے لئے مثالیں بیان نہ کرو

پس خدا کو مٹی سے مثال دینا ، یا دریا سے مثال دینا یا آگ سے مثال دینا یا سمندر سے مثال دینا غلط اور باطل ہے ، نہ خدا مٹی کی طرح ہے ، نہ خدا آگ کی طرح ہے ، نہ خدا

دریا کی طرح ہے، کہ اس کی کوئی موج ہو نہ خدا سمندر کی طرح ہے یہ سب صوفیوں کی قیاس آرائیاں اور خیال بافیاں ہیں اور اس میں سنی صوفی اور شیعہ صوفی دونوں برابر ہیں

ایران میں شیعہ مذہب کے تیرہ فرقوں میں سے اکثر فرقے پائے جاتے ہیں وہاں نصیری بھی ہیں، زیدیہ شیعہ بھی ہیں، مفوضہ بھی ہیں صوفی شیعہ بھی ہیں اور شیخی شیعہ بھی ہیں اور یہ آخری دونوں فرقے تو پیدا ہی ایران میں ہوئے ہیں۔ علامہ محمد باقر مجلسی صوفیوں کے خلاف ساری عمر جہاد کرتے رہے اور مقدس اردبیلی نے اپنی کتاب حدیقة الشیعہ میں ایران کے تقریباً تمام صوفی فرقوں کا حال لکھا ہے۔ اور نام لے کر کہا ہے کہ فلاں وفلاں کے دھوکے میں نہ آنا وہ صوفی شیعہ ہے آقائے حسین بروجردی ان مدرسوں میں جانے سے طلباء کو روکتے تھے جن میں فلسفہ وتصوف کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مگر انقلاب ایران کے بعد۔ الناس علی دین ملوکھم کے مصداق صوفیوں کی گدی چڑھ گئی اور صوفی عقائد پر مشتمل کتابیں پاکستان میں برآمد ہونے لگیں اور اس طرح صوفی عقائد و نظریات کا ایک سیلاب آ گیا اور ایک شیخی مبلغ ابوالحسن کے لئے آیت اللہ خمینی کی کتابیں ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئیں کیونکہ شیخیت اور صوفیت دونوں ایک ہی ماں کے جوڑے پتر ہیں

بہر حال اس طرح سے ہر انسان خدا کا خلیفہ بن گیا۔ ایسا خلیفہ جس میں اور خدا میں کوئی اختلاف یا فرق نہیں ہے اگر ہے تو صرف اعتباری ہے۔

سنی صوفی تو حلول واتحاد کے قائل تھے۔ لیکن شیعہ صوفی محی الدین ابن عربی کے پیرو ہیں جو وحدت الوجود کا بانی تھا وہ اگرچہ سنی تھا اور بہت سے سنی صوفی اس کی پیروی میں وحدت الوجودی ہیں مگر شیعہ صوفی اسے شیعہ بتاتے ہیں اور اس کی پیروی میں ایران کے سارے صوفی شیعہ وحدت الوجودی ہیں۔

بہر حال اب تک کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان خدا کا خلیفہ ہے نہ کوئی نبی

خدا کا خلیفہ ہے نہ کوئی رسول خدا کا خلیفہ ہے نہ کوئی امام خدا کا خلیفہ ہے کیونکہ خدا مرا ہے نہ غائب ہوا ہے۔ خدا نے کسی کو بھی اپنا خلیفہ نہیں کہا اور نہ کسی کو اپنا خلیفہ بنایا بلکہ اس نے سب کو اپنا بندہ بنایا ہے اور پھر اپنے بندوں میں سے کسی کو نبی بنایا، کسی کو رسول بنایا، کسی کو امام بنایا، کیونکہ خلافت کوئی منصب نہیں ہے کہ خدا کسی کو اپنا خلیفہ بنائے اسی لئے خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے

وماینبغی للرحمٰن ولداً ان کل من فی السمٰوات والارض الا اتی الرحمٰن عبداً (مریم۔84,83)

اور خدا کے لئے کسی طرح بھی شایان شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے سارے آسمانوں اور زمین جو کچھ بھی ہے سب کے سب خدا کے سامنے (عبد) یعنی بندہ ہی کی حیثیت میں آنے والے ہیں

اور چونکہ بیٹا باپ کا جانشین ہوتا ہے۔ لہذا خدا کے لئے یہ بات بھی شایان شان نہیں ہے کہ کوئی اس کا خلیفہ یا جانشین کہلائے

پس اصل حیثیت ومقام انسانی یہ ہے کہ وہ خدا کا بندہ ہے چاہے کوئی نبی ہو یا رسول ہو یا امام ہو خدا نے قرآن کریم میں ہر جگہ عبدنا کہا، عبدہٗ کہا ہے اور انبیاء ورسول اور ہادیان دین نے بھی اپنے عبد یعنی بندہ ہونے پر فخر کیا ہے ورنہ کتنا اچھا ہوتا کہ حضرت عیسیٰ یہ کہتے کہ میں خدا کا خلیفہ ہوں۔ حضرت عیسیٰ نے خود کا خدا کا خلیفہ نہیں بلکہ بندہ کہا اور کتنا اچھا ہوتا کہ حضرت علی فخر کے ساتھ کہتے کہ مرے لئے فخر کی یہی بات کافی ہے کہ میں خدا کا خلیفہ ہوں مگر حضرت علی نے اپنے بندہ ہونے پر فخر کیا اور یہ بات پھر چیلنج کے ساتھ کہی جا سکتی ہے اور یہ چیلنج ہمارا تمام دنیائے اسلام کے تمام علماء اور دانشوروں کو ہے کہ خدا نے اپنے رسولوں کو تو رسلی کہا "رسولی" کہا "رسولنا" کہا، رسول اللہ کہا یہاں تک کہ اگر کسی کے

شرف کا اظہار کرنا ہوتو اسے بھی اپنی طرف نسبت دی جیسا کہ خانہ کعبہ کو" بیتی " کہا اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ناقة الله یعنی اللہ کی اونٹنی کہا۔ لیکن سالم قرآن میں کسی نبی کو کسی رسول کو کسی امام کو نہ تو خلیفتی کہا نہ خلیفة الله کہا اور نہ ہی خلیفته کہا۔ حالانکہ ان تمام مقامات پر جہاں خدا نے انبیاء و رسل اور ہادیان دین کو عبادنا ہمارے بندے کہا۔ عبدنا ہمارا بندہ کہا عبداً ایک بندہ کہا اور عبده اس کا بندہ کہا وہاں ہر جگہ خلیفتی، یعنی میرا خلیفہ اور خلیفة الله یعنی اللہ کا خلیفہ یا خلیفته یعنی اس کا خلیفہ کہا جا سکتا تھا پس اصل حقیقت یہی ہے کہ ہر انسان خدا کا بندہ ہے چاہے وہ نبی ہو یا رسول ہو یا امام ہو اور کوئی انسان خدا کا خلیفہ نہیں ہے چاہے وہ نبی و یا رسول ہو یا امام ہو اور قرآن میں جہاں جہاں لفظ خلف کے مشتقات آئے ہیں اس کی صرف دو صورتیں ہیں تیسری صورت نہیں ہے پہلی صورت جہاں اس لفظ کے مشتقات کا لاحقہ یا رشتہ داری الارض کے ساتھ ہے وہاں زمین پر پہلے سے آباد لوگوں کی جگہ آباد ہونا مراد ہے اور یا کوئی نبی کسی شخص کو اپنا خلیفہ بنائے جیسا کہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارونؑ کو کہا اور جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا وہاں اس سے مراد اس پیغمبر کی جگہ اس کی نیابت میں کار ہدایت انجام دینے اور پیغمبر کی تمام ذمہ داریاں پوری کرنا مراد ہے۔ اور کسی بھی لغت میں خلیفہ کا معنی حاکم و فرمانروا اور بادشاہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی لغت میں خلیفہ کے معنی خدا کا جانشین ہونا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

مولف کی تالیفات ایک نظر میں

نمبر	نام کتاب	طبع		
1	شیخ احمد احسائی مسلمانان پاکستان کی عدالت میں	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
2	شیعہ جنت میں جائیں گے مگر کونسے شیعہ	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
3	تبصرہ الموہوم علی اصلاح الرسوم وایضاح الموہوم	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
4	شیعہ علماء سے چند سوال	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
5	نور محمد ﷺ اور نوع نبی وامام	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
6	شیخیت کیا ہے اور شیخی کون	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
7	العقائد الحقیہ والفرق بین الشیعہ والشیخیہ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
8	خلافت قرآن کی نظر میں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
9	امامت قرآن کی نظر میں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
10	ولایت قرآن کی نظر میں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
11	حکومت الٰہیہ اور دنیاوی حکومتیں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
12	فلسفہ تخلیق کائنات در نظر قرآن	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
13	شیعہ اور دوسرے اسلامی فرقے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
14	شعار شیعہ اور رمز تشیع کیا ہے اور کیا نہیں ہے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
15	بشریت انبیاء ورسل کی بحث	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
16	تحفہ اشرفیہ بجواب تحفہ حسینہ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
17	آیت تطہیر اور قرآن کا درس توحید	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
18	معجزہ اور ولایت تکوینی کی بحث	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
19	شریعت کے مطابق تشہد کیسے پڑھنا چاہیے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
20	سوچیے کل کے لیے کیا بھیجا ہے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
21	تعیین افراد مباہلہ یا تعارف اہل بیت پیغمبرؐ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
22	حیثیت ومقام انسانی اور خلافت کی کہانی	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
23	شیخیت کیا ہے اور شیخیت کا شیعہ علماء سے ٹکراؤ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
24	اصل حقیقت کیا ہے؟ بجواب شہادت ولایت علی ناقابل تردید حقیقت	//	مطبوعہ	موجود ہے
25	تطہیر وتقدیس منبر ومحراب	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
26	کشف الحقائق وشرح دقائق	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے